سہ ماہی

شمارہ نمبر 7

جولائی۔ستمبر ۲۰۱۷ء

اسماعیل

واقفین نو کا تعلیمی و تربیتی رسالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مندرجات

جولائی۔ ستمبر 2017ء

مدیر اعلیٰ / مینیجر
لقمان احمد کشور

مدیر (اردو)
فرخ راحیل

مجلس ادارت
صہیب احمد، عطاء الحئی ناصر
راشد مبشر طلحہ

معاون مینیجر
اطہر احمد باجوہ

نظر ثانی عربی
محمد احمد نعیم

سرورق ڈیزائن
عثمان ملک

مدیر (انگریزی)
قاصد معین احمد
editorenglish@ismaelmagazine.org

پرنٹنگ
رقیم پریس فارنہم یوکے

آن لائن (Online)
www.alislam.org/ismael

رابطہ کے لئے
editorurdu@ismaelmagazine.org
Waqf-e-Nau Central Department
22 Deer Park Road
London SW19 3TL,UK
Tel: +44 (0)20 8544 7633
Fax: +44 (0)20 8544 7643

قال اللہ تعالیٰ

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

(سورۃ الفرقان:53)

ترجمہ: پس کافروں کی پیروی نہ کر اور اس (قرآن) کے ذریعہ اُن سے ایک بڑا جہاد کر۔

تفسیر:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے تو اِن کافروں کی باتیں نہ مان۔ بلکہ قرآن کریم کے ذریعہ سب دنیا کے ساتھ جہاد کر جو سب سے بڑا جہاد ہے یعنی تبلیغ کا جہاد۔ جس کے قریب جانے سے بھی آجکل کے مسلمان کا دم گھٹتا ہے۔...خدا نے ہمیں وہ تلوار دی ہے جسے کبھی زنگ نہیں لگ سکتا۔ اور جو کسی لڑائی میں بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔ تیرہ سو سال گزر گئے اور دنیا کی سخت سے سخت قوموں نے چاہا کہ اس تلوار کو توڑ دیں۔ اِس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اِسے ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنا دیں مگر یہ تلوار اُن سے نہ ٹوٹ سکی۔ یہ وہ قرآن ہے جو خدا نے ہم کو دیا ہے اور یہ وہ تلوار ہے جس سے ہم ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ فرماتا ہے جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ تلوار کا جہاد اور نفس کے ساتھ جہاد اور دوسرے اَور جہاد سب چھوٹے ہیں۔ صرف قرآن کا جہاد ہی ہے جو سب سے بڑا اور عظیم الشان جہاد ہے۔...اگر تیرہ سو سال میں بھی ساری دنیا میں اسلام نہیں پھیلا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ تلوار کُند تھی بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اِس تلوار سے کام لینا چھوڑ دیا۔ آج خدا نے پھر احمدیت کو یہ تلوار دے کر کھڑا کیا ہے اور پھر اپنے دین کو دنیا کے تمام اَدیان پر غالب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر کئی نادان مسلمان احمدیت پر حملہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ احمدی جہاد کے قائل نہیں۔... حقیقت یہ ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا مسلمانوں کی عملی سُستی اور بے چارگی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ عوام الناس کی قوتیں مفلوج ہو رہی تھیں اور خواص عیسائیت کے حملہ سے بچنے کے لئے اُس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رہے تھے۔ اسلام کے خادم اپالو جسٹس کی صفوں میں کھڑے اُن اسلامی عقائد کے لئے جنہیں یورپ ناقابلِ قبول سمجھتا تھا معذرتیں پیش کر رہے تھے۔ اُس وقت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اِن طریقوں کے خلاف احتجاج کیا۔ اُس وقت انہوں نے اپنی تنہا آواز کو دلیرانہ بلند کیا کہ اسلام کو معذرتوں کی ضرورت نہیں۔ اُس کا ہر حکم حکمتوں سے پُر اور اُس کا ہر ارشاد صداقتوں سے معمور ہے۔ اگر یورپ کو اس کی خوبی نظر نہیں آتی تو یا وہ اندھا ہے یا ہم شمع اُس کے قریب نہیں لے گئے۔ پس اسلام کی حفاظت کا ذریعہ معذرتیں نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی تعلیم کو یورپ تک پہنچانا ہے۔

اُس وقت جبکہ یورپ کے اسلام لانے کا خیال بھی نہیں آسکتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریزی میں اپنے مضامین ترجمہ کرا کے یورپ میں تقسیم کرائے۔ اور جب خدا تعالیٰ نے آپ کو جماعت عطا فرمائی تو آپ نے اُنہیں ہدایت کی کہ جہاد اسلام کا ایک اہم جزو ہے جو کسی وقت بھی

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

قال الرسول ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَ یَضَعُ الْحَرْبَ وَ یُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے صحیح فیصلہ کرنے والے، عدل سے کام لینے والے ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ لڑائی کو ختم کریں گے یعنی اس کا زمانہ مذہبی جنگوں کے خاتمہ کا زمانہ ہوگا۔ اسی طرح وہ مال بھی لُٹائیں گے لیکن کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ ایسے وقت میں ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا یعنی مادیت کے فروغ کا زمانہ ہوگا۔

تشریح:

☆... مسیح موعودؑ کا ایک کام یضع الحرب لکھا ہے۔ یعنی وہ جنگ کو موقوف کر دے گا جس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعودؑ مذہب کی خاطر جنگ نہیں کرے گا۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے زمانہ میں چونکہ اسلام کے خلاف تلوار کی بجائے قلم اور دلائل سے حملے کئے جارہے تھے اس لئے آپ نے اسلام کے دفاع اور اس کی برتری کے لئے بالمقابل قلمی جہاد کیا اور جہاد بالسیف کی شرائط مفقود ہونے کی وجہ سے حدیث کے عین مطابق اس کے التواء کا اعلان فرمایا۔

☆... وہ مال تقسیم کرے گا مگر کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ قرآنی معارف اور دین کے حقائق کو بیان کرے گا مگر دنیا انہیں قبول نہیں کرے گی۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے قرآنی معارف اور حقائق پر مشتمل 80 سے زائد کتب لکھ کر روحانی خزائن دنیا میں تقسیم کئے لیکن دنیا کے لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔

☆...☆...☆

کلام الامام۔ امام الکلام

یہ قلم کے جہاد کا زمانہ ہے

"اب چونکہ تلوار کا جہاد نہیں بلکہ صرف قلم کا جہاد رہ گیا ہے اس لئے اسی ذریعہ سے اس میں ہمّت، وقت اور مال کو خرچ کرنا چاہئے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد بالقلم کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک تو یہ ضرورت ایسی ضرورت ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہے اُسے بھی چاہئے کہ وہ اپنا روپیہ اس دینی جہاد میں صرف کر دے۔ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں نمازیں اکٹھی پڑھنی پڑی تھیں۔ لیکن اب چونکہ تلوار کا جہاد نہیں بلکہ صرف قلم کا جہاد رہ گیا ہے اس لئے اسی ذریعہ سے اس میں ہمّت، وقت اور مال کو خرچ کرنا چاہئے۔خوب سمجھ لو کہ اب مذہبی لڑائیوں کا زمانہ نہیں۔اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو لڑائیاں ہوئی تھیں اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ جبراً مُسلمان بنانا چاہتے تھے بلکہ وہ لڑائیاں بھی دفاع کے طور پر تھیں۔جب مُسلمانوں کو سخت دُکھ دیا گیا اور مکّہ سے نکال دیا گیا اور بہت سے مُسلمان شہید ہو چکے تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسی رنگ میں ان کا مقابلہ کرو۔پس وہ حفاظت خود اختیاری کے رنگ میں لڑائیاں کرنی پڑیں مگر اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ہر طرح سے امن اور آزادی ہے۔ہاں اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں وہ قلم کے ذریعہ ہوتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ قلم ہی کے ذریعہ ان کا جواب دیا جاوے۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک مقام پر فرماتا ہے کہ جس قسم کی تیاریاں تمہارے مخالف کرتے ہیں تم بھی ویسی ہی تیاریاں کرو۔اب کفار کی تیاریاں جو اسلام کے خلاف ہو رہی ہیں اُن کو دیکھو وہ کس قسم کی ہیں۔یہ نہیں کہ وہ فوجیں جمع کرتے ہوں۔نہیں بلکہ وہ تو طرح طرح کی کتابیں اور رسالے شائع کرتے ہیں۔اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی ان کے جواب میں قلم اٹھائیں اور رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کے حملوں کو روکیں۔یہ نہیں ہو سکتا کہ بیماری کچھ ہو اور علاج کچھ اور کیا جاوے۔اگر ایسا ہو تو اس کا نتیجہ ہمیشہ غیر مفید اور بُرا ہو گا۔

یقیناً یاد رکھو کہ اگر ہزاروں جانیں بھی ضائع کر دی جائیں اور اسلام کے خلاف کتابوں کا ذخیرہ بدستور موجود ہو تو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔اصل یہی بات ہے کہ ان کتابوں کے اعتراضوں کا جواب دیا جاوے۔پس ضرورت اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک کیا جاوے۔مخالفوں کی طرف سے جو کارروائی ہو رہی ہے اس کا انسداد بجُز قلم کے نہیں ہو سکتا۔یہ نِری خام خیالی اور بیہودگی ہے جو مخالف تو اعتراض کریں اور اس کا جواب تلوار سے ہو۔خدا تعالیٰ نے کبھی اس کو پسند نہیں کیا۔یہی وجہ تھی جو مسیح موعود کے وقت میں اس قسم کے جہاد کو حرام کر دیا۔اس ملک میں تو عیسائیوں کی ایسی تحریریں شائع ہوتی ہی رہتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ فتنہ اسی مُلک میں ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ دوسرے مُلکوں میں بھی اس قسم کی شرارتیں ہو رہی ہیں۔مصر اور بلادِ شام بیروت وغیرہ میں بھی ایسی تحریریں شائع کی جاتی ہیں یہاں تک کہ لغت تک کی کتابوں میں شرارتیں کی جاتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 372-374۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

☆...☆...☆

اداریہ

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۔ اور جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے

"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار"

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدی مسلمانوں پر بے حد فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق دی اور ہم نے اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے کی توفیق پائی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہو کر اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔ غیر احمدی مسلمان یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ اگر قرآن کریم موجود ہے جو کامل کتاب ہے تو پھر کسی شخص کے مبعوث ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس آنے والے نے اسلام کو کس طرح زندہ کرنا تھا؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے کہ جب اسلام صرف نام کا باقی رہ جائے گا تب ایک مسیح و مہدی آئے گا جو قرآن کریم کی بُھلائی ہوئی تعلیمات کو اپنی اصل صورت میں پیش کرے گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیش کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آخری زمانہ سے متعلق یعنی اس زمانہ سے متعلق جب مسیح موعودؑ نے مبعوث ہونا تھا کئی پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے ہم اس کی بعثت کے زمانہ کی تعین کر سکتے ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی نشرِ صحف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ إِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ (التکویر:11) اور جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے۔

اس پیشگوئی میں صحیفوں کے بکثرت پھیل جانے کا ذکر ہے۔ اور یہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری ہوئی کہ اس زمانہ میں ایسے ایسے آلاتِ طبع ایجاد ہوئے کہ کتابیں ایک نہایت قلیل عرصہ میں دُور دُور لوگوں تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ سُهُوْلَةً فِيْ كُلِّ اَمْرٍ۔ یعنی کیا ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی نہیں کر دی۔ یعنی ہم نے تمام وہ سامان تیرے لئے میسر نہیں کر دیئے جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے ضروری تھے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس نے میرے لئے وہ تمام سامان تبلیغ اور اشاعت حق کے میسر کر دیئے جو کسی نبی کے وقت میں موجود نہ تھے۔... ہر ایک قوم کی وہ کتابیں شائع ہوئیں جو مخفی اور مستور تھیں۔ اور ہر ایک چیز کے بہم پہنچانے کے لئے ایک سبب پیدا کیا گیا۔ کتابوں کے لکھنے میں جو جو دقتیں تھیں وہ چھاپہ خانوں سے دفع اور دور ہو گئیں"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 119,120)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کتابوں کی صورت میں ہمارے لئے جو خزانہ چھوڑ گئے ہیں ان سے فائدہ اُٹھانا اور اب ان تک رسائی پانا ہر انسان کے لئے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اُن روحانی خزائن سے بہت فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب، آپ کے ملفوظات، آپ کے مکتوبات وغیرہ تمام تر آن لائن موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی کتابوں کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ واقفین نو کو چاہئے کہ ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، انہیں پڑھیں، ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور دوسروں کو ان علوم و معارف سے آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

عزیزم پیارے مظہر احسن مرحوم

(واقفِ نَو متعلم جامعہ احمدیہ یوکے) کی وفات پر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا خطبہ جمعہ۔فرمودہ 30/ستمبر 2016ء بمطابق 30 تبوک 1395 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔لندن

خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ برطانیہ اور لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے حوالہ سے زرّیں ہدایات سے نوازا اور انہیں اپنے عہدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"اب میں ایک پیارے عزیز کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں جو گزشتہ دنوں ہم سے جدا ہوا۔ چند ہفتے پہلے ایک حادثہ کے نتیجہ میں ایک عزیز ہم سے جدا ہوا تھا اور چند دن پہلے جامعہ احمدیہ یوکے کا ایک اور بہت پیارا طالبعلم اور نوجوان جو جامعہ کی تعلیم تقریباً مکمل کر چکا تھا کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ہم سے جدا ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جس بچہ کا مَیں ذکر کر رہا ہوں **اس کا نام مظہر احسن تھا۔ بیماری کی وجہ سے آخری سال کا امتحان نہیں دیا تھا لیکن جیسی اس عزیز نوجوان نے زندگی گزاری ہے وہ مربی اور مبلغ ہی تھا، امتحان پاس کرتا یا نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے اندر ایک جوش پیدا کیا ہوا تھا کہ اس نے کس طرح دین کی خدمت کرنی ہے۔ کس طرح اپنے اخلاق اور اپنی حالت کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق ڈھالنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ ہر انسان جو دنیا میں آیا اس نے ایک دن یہاں سے جانا ہے لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔**

اس پیارے عزیز کے بارے میں جامعہ احمدیہ کے طلباء، اس کے دوست، اس کے اساتذہ مجھے لکھ رہے ہیں۔ اور یہ صرف رسمی باتیں نہیں ہیں کہ کوئی شخص فوت ہو گیا تو اس کا ذکر خیر کرو بلکہ **مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ اخلاص و وفا اور عمل کا ایک نمونہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔** عزیز مرحوم والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کی دو بہنوں اور والدین نے بھی، خاص طور پر والدہ نے صبر کا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کا بہترین نمونہ دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے اور ان کو صبر میں بڑھاتا رہے۔ ان سب کو اپنی جناب سے تسکین اور صبر کے سامان مہیا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ:

"یاد رکھو کہ مصیبت کے زخم کے لئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 45۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اللہ تعالیٰ پر ہی ہمیشہ بھروسہ ہونا چاہئے۔ عزیز مرحوم بھی صبر اور حوصلہ کی تلقین کرتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ غم اور دکھ تو ہوتا ہے جو قدرتی بات ہے اور ماں باپ، بہن بھائیوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اس غم اور دکھ کو دعاؤں میں ڈھال کر ہم مرحوم کے درجات کی بلندی اور اپنے لئے صبر اور تسکین کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان قریبیوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کا کچھ ذکر مَیں کرتا ہوں۔

اس بچے کو کینسر ہوا تھا اور اللہ کے فضل سے علاج سے اس کی شفا بھی ہو گئی تھی لیکن بعد میں کوئی ایسی سینہ کی انفیکشن ہوئی جس کا ڈاکٹروں کو پتا نہیں چل سکا اور جس کی وجہ سے وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کے پڑدادا حضرت مستری نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور ان کے نانا محترم چوہدری منور علی خان صاحب اور دادا حاجی منظور احمد صاحب دونوں درویشان قادیان میں

سے تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ جامعہ احمدیہ کے طالبعلم تھے۔ موصی بھی تھے۔

بعض مختصر باتیں کروں گا کیونکہ لمبی تفصیل میں بعض ایسی جذباتی باتیں ہیں جن کو شاید بیان کرنا مشکل ہو لیکن بہر حال مختصراً میں ذکر کرتا ہوں۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ مجھے مشورہ دینے والا، میر ارازدان اور ایک استاد کی طرح میری تربیت کرنے والا تھا۔ ہم میں ماں اور بیٹے کے رشتے کے ساتھ ساتھ ایک انوکھی قسم کی understanding بھی تھی۔ وہ مجھے اچھی طرح سمجھتا تھا اور میں اس کو۔ اس کو یہ بھی پتا تھا کہ میری ماں کن چیزوں سے خوش ہوتی ہے اور کن سے نفرت کرتی ہے۔ **کہتی ہیں کہ اکثر وہ مجھ سے خلافت کے نظام، خلیفہ وقت اور جماعت اور سب سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں کیا کرتا تھا اور یہی topic اسے پسند تھے۔** اگر کوئی دنیاوی باتیں بیچ میں آجاتیں تو تھوڑی دیر بعد وہ کہتا ان کو چھوڑیں، ہمارا ان سے کیا مطلب۔ اس کی خواہش تھی کہ اس سال جلسہ پر آئے لیکن اس کو احساس ہو گیا کہ ذرا مشکل ہو گا۔ اس لئے ایم ٹی اے پر سنا ہی اس نے مناسب سمجھا اور باقی گھر والوں کو بھیج دیا کہ آپ لوگ جائیں مَیں اکیلا یہاں سن لوں گا اور manage کر لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ (گلاسگو میں تھا) **اس طرح بیماری کے باوجود گھر والوں کو اس نے بھیج دیا کہ آپ جاکے جلسہ سنیں۔ اپنے سارے کام خود کرنے کی عادت تھی۔** اور کہتی ہیں کہ بیماری کے دوران اس کے مزاج میں مزید ٹھہراؤ اور نرمی آگئی تھی اور کبھی بھی کوئی چڑچڑاپن اور غصہ اس کی طبیعت میں نہیں دیکھا گیا۔ جیسا کہ میں نے کہا اسے خون کا کینسر تھا۔ **پہلی بیماری سے جب ٹھیک ہو گیا تو کمزوری تھی لیکن امیر صاحب سکاٹ لینڈ سے اس نے کہا کہ مجھ سے کچھ جماعتی کام لیں اور پھر اس نے وہاں نیوز لیٹر بنانا شروع کیا اور پھر باقی بھی جو کام کرنے والے تھے ان سے اِن ٹچ (in touch) رہتا تھا۔ ان کو بتاتا رہتا تھا کس طرح کام کرنا ہے۔**

اسی طرح سکاٹ لینڈ میں ناصرات اور لجنہ کا اجتماع تھا تو وہاں اس نے ان کے لئے سندات ڈیزائن کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والا تھا۔ 12؍ستمبر کو دوبارہ جب اس کو دوسرے انفیکشن کا حملہ ہوا ہے (غالباً یہی دن تھے) تو کہتی ہیں مجھے بلایا اور کہا کہ میرے پاس آکر بیٹھیں اور پھر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنی انگلیوں پر گنیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو گننا شروع کیا۔ اور پھر کہتا ہے

اَور فضل گنائیں۔ تو کہتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل ہیں کہ میں گن نہیں سکتی۔ **اس پر مظہر نے کہا کہ بس آپ کو یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے احسانوں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کا ہر حال میں شکر ادا کرتی رہیں۔** کہتی ہیں اس وقت مجھے سمجھ نہیں آئی کہ مظہر یہ کیا کہہ رہا ہے لیکن بہر حال ذہنی طور پہ تیار بھی کر رہا تھا۔

کہتی ہیں کہ تبشیر کے مہمان سکاٹ لینڈ آئے تو آخری قافلے کے انچارج راجہ برہان صاحب تھے۔ وہ مظہر کو ملے اور بہت خوش ہوئے کہ اس کی صحت اچھی ہے۔ کہتی ہیں میں نے مربی صاحب کو کہا کہ مظہر کو جماعت کا کام کرنے کا بہت جنون ہے۔ ہر وقت پلان بناتا رہتا ہے کہ آئندہ میں اس طرح کام کروں گا، اس طرح کام کروں گا۔ مربی بنوں گا تو یہ کروں گا۔

جب اس کو 2015ء کے اکتوبر میں یہ کینسر کی بیماری diagnose ہوئی تو اپنی بہن کو کہنے لگا کہ امی کو بہت احتیاط سے بتانا۔ ان کو میں روتا نہیں دیکھ سکتا۔

ہسپتال میں نماز، تلاوت اور ایم ٹی اے پر خطبات ضرور سنتا تھا۔ آن لائن پروگرامز میں نظمیں، تصویریں وغیرہ سب دیکھتا۔ کلاس فیلوز کے ساتھ باتیں بھی اس کی ہوتیں۔ اساتذہ کے ساتھ باتیں ہوتیں۔

ڈاکٹرز اور نرسز سے جماعت کی تبلیغ کی باتیں ہوتیں۔ آخر وقت تک ہسپتال میں اپنی treatment ہمیشہ بیٹھ کر کروائی اور ڈاکٹروں کو پیس کانفرنس کے حوالے سے، جلسہ کے حوالے سے، جماعت کی مختلف ایکٹوٹیز کے حوالے سے ہمیشہ تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ یہاں جلسہ کے بعد جو مربیان کی میٹنگ ہوتی ہے اس میں اس کی کلاس بھی جو جامعہ سے پاس ہو کر فارغ ہو گئی تھی شامل ہوئی تو ان کو اس نے لکھ کے بھیجا یا پیغام دیا کہ جو بھی میٹنگ کے پوائنٹس ہیں وہ مجھے بھی لکھ کر بھیجیں تا کہ میں بھی انہیں اپنی زندگی کا حصہ بناؤں کیونکہ میٹنگ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ **اسے خلافت سے انتہائی پیار تھا اور جب عزیزم رضا کی اچانک وفات کا پتا لگا تو اس کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ اسے اس طرح روتے دیکھا ہے۔ میں پہلے گھبرا بھی گئی۔ لیکن بہرحال اس کو یہ بھی فکر تھی کہ اچانک وفات ہوئی ہے اور والدین کو بھی اور خلیفۂ وقت کو بھی بڑا صدمہ ہو گا۔**

کہتی ہیں ہم اپنے رب سے راضی ہیں کہ اللہ ہی کے ہیں اور اللہ کی باتیں اللہ جانے، ہمارا کام دعا کرنا تھا۔ خدا کا کام قبول کرنا ہے، کرے یا نہ کرے۔ کہتی ہیں مظہر جاتے جاتے بھی ہماری اصلاح کر گیا۔ 13/ستمبر عید کے دن صبح مظہر کو شدید کھانسی تھی۔ اس نے مجھے قہوہ بنانے کا کہا۔ بستر پر جا کے لیٹ گیا۔ جب جا کے دیکھا تو بہت سخت تیز بخار تھا۔ ایمبولینس کو بلایا اور اس نے جاتے جاتے پھر کہا کہ آج عید ہے آپ لوگ عید پڑھنے جائیں اور ہسپتال میرے ساتھ آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے فون کر کے آپ کو بلالوں گا۔ اور میں بھی وہاں جا کر اپنے فون پر عید کا خطبہ سن لوں گا۔ اس بیماری میں بھی اس نے ان چیزوں کو یاد رکھا۔

صبح اس کی وفات ہوئی۔ مظہر کی آواز اچھی تھی۔ اس نے اپنے فون میں صبح نماز یا تہجد کے لئے الارم ریکارڈ کیا ہوا تھا۔ ان کی بہن کہتی ہیں کہ جب اس کا آخری سانس تھا، وفات کا وقت ہو رہا تھا تو اس وقت اسی کی آواز میں ایک دم فون پر اذان کی آواز شروع ہو گئی جس نے ان لوگوں کو اَور زیادہ جذباتی کر دیا۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کی یہ رضا تھی۔

بیشمار واقعات انہوں نے لکھے ہیں۔ جب اس کو کینسر کی بیماری کا پتا لگا تو ان کی بہن عروبہ کہتی ہیں کہ کہنے لگا کہ میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں لیکن اپنی ماں کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا اس لئے ان کو بڑی احتیاط سے بتانا اور اس کا bonemarrow ہوا اور ان کی بہن کا ہی میچ کر گیا تو اس کو دیا گیا اور ڈاکٹر بھی حیران تھے۔ پہلے کہتے تھے نہیں ہو سکتا لیکن بہرحال میچ کر گیا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بھی دے دی تھی لیکن بہرحال آخری تقدیر یہی تھی۔ chemotherapy کے دوران بھی ڈاکٹروں کو تبلیغ کرتا رہا۔ اللہ پہ بڑا توکل تھا اور کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اب یہاں سے لے کے گیا ہے تو انشاء اللہ اگلے جہان میں امید ہے اس کی خواہشات پوری ہو رہی ہوں گی۔

ڈاکٹر حفیظ صاحب کہتے ہیں کہ میں مظہر کو کینسر کی diagnosis کے بعد گلاسگو ملنے گیا تو **اسے بہت متوکل انسان پایا اور وہاں ان کی والدہ نے کہا کہ یہ ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احسانات کو ہمیشہ یاد کرتے رہیں۔** گلاسگو سے مکرمہ بینظیر عبدالرافع صاحبہ کہتی ہیں میرا سری لنکا سے تعلق ہے اور مظہر کی والدہ اور ان کی بیٹیاں ہماری بڑی قریبی دوست ہیں۔ جب کینسر diagnose ہوا تو ان کی فیملی سے مزید تعارف ہوا۔ ان کی عیادت کے لئے ہسپتال گئے تو بڑی تسلی اور تحمل سے اپنی بیماری کے متعلق بتایا۔ پھر جب **کچھ عرصہ بیچ میں اس بیماری سے ٹھیک رہا تو گلاسگو میں ایک پانچ کلو میٹر کی چیریٹی واک تھی اس میں بھی شامل ہوا اور کہتا ہے یہ تو بڑی آسان تھی۔ میں نے بڑی آسانی سے کر لی۔ حالانکہ ایک لمبی بیماری میں سے گزرا تھا۔** Chemotherapy وغیرہ خود ایک تکلیف دہ procedure ہے۔

حافظ فضل ربی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم سیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ بڑی پیاری اور پرسوز آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے اور جامعہ آنے سے پہلے بھی نیشنل تعلیم القرآن کلاس میں شامل ہونے کے لئے اپنی فیملی کے ہمراہ گلاسگو سے لندن آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بعض امیگریشن کے ان کے مسائل تھے۔ کیس پاس نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے جامعہ میں پڑھنے کے باوجود یہاں لندن سے ہر دو ہفتے بعد گلاسگو جانا پڑتا تھا اور پھر واپس آنا پڑتا تھا۔ تو کہتے ہیں مَیں نے اس کو کہا کہ تمہیں بڑی تکلیف ہوتی ہو گی۔ تو کہنے لگا کہ **کسی عظیم مقصد کے لئے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں کوئی تکلیف نہیں ہوتیں۔**

جامعہ کے ایک استاد ہیں وسیم فضل صاحب وہ کہتے ہیں کہ **مظہر احسن بہت باہمت، سنجیدہ، باادب، مستقل مزاج طالبعلم تھا۔ عزیزم کا شمار ان چند طلباء میں سے ہوتا تھا جو اپنی ذمہ داری کو نہایت خلوص و وفا اور محبت اور جانفشانی سے سرانجام دیتے تھے۔ انتظامی امور میں بہت اچھے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہماری ہوسٹل کی انتظامیہ میں کئی سال سے بطور**

prefect خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ایک موقع پر جب ایک اہم کام عزیز کے سپرد کیا جارہا تھا تو کسی نے دریافت کیا کہ کیا عزیزم یہ کام کر لیں گے۔ اس پر ایک استاد نے عزیزم کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ **کام سپرد کرنے کے بعد تو ہمیں مظہر سے چھپنا پڑتا ہے کیونکہ وہ تو پھر ہم سے زیادہ فکر مندی، سنجیدگی اور مستقل مزاجی کے ساتھ کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ کہتے ہیں عزیزم کی انتظامی صلاحیتیں اور بے لوث خدمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ چند سال قبل جامعہ احمدیہ کی سالانہ کھیلوں کے موقع پر عزیزم کی ڈیوٹی شعبہ ضیافت میں لگائی گئی۔ کھیلوں کے آخری دن بہت سے مہمان تشریف لاتے ہیں اور دوپہر کو ظہرانہ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ عزیزم نے اس موقع پر ساری رات جاگ کر تمام انتظامی کاموں میں بھرپور حصہ لیا اور ایک لمحے کے لئے بھی آرام نہ کیا۔ اگلے روز بھی اسی بشاشت کے ساتھ خدمت میں مصروف رہا۔ پروگرام کے بعد عزیزم نے اس شعبہ سے متعلق ایک مفصل اور جامع رپورٹ بھی تیار کی جو اب بھی انتظامیہ کے پاس موجود ہے اور اس رپورٹ کے ذریعہ اس شعبہ کے کاموں میں بہت مدد مل رہی ہے۔**

حافظ مشہود صاحب کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل جب عزیزم سے فون پہ بات ہوئی تو عزیزم نے اظہار کیا کہ میں جلد از جلد صحت یاب ہو کر بطور مبلغ دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ نیز کہا کہ اب جبکہ میرا علاج ہو رہا ہے تو میں نے اپنی مقامی جماعت میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر عزیزم نے ذکر کیا کہ وہ گلاسگو میں ہونے والی پانچ کلومیٹر چیریٹی واک میں حصہ لے رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا۔

ملک اکرم صاحب وہاں کے مربی سلسلہ تھے۔ انہوں نے لکھا کہ مظہر احسن صاحب کی فیملی جب دبئی سے گلاسگو شفٹ ہوئی تو خاکسار سکاٹ لینڈ میں بطور مربی خدمت بجالا رہا تھا۔ جس روز یہ فیملی گلاسگو میں آئی اسی روز مسجد میں کوئی فنکشن ہو رہا تھا جس میں یہ فیملی بھی شریک ہوئی اور ہم نے دیکھا کہ مظہر احسن صاحب سلام دعا کے بعد سیدھے کچن میں چلے گئے اور کچن ٹیم کے ساتھ تمام کام محنت اور جانفشانی سے کرتے رہے۔ پہلے دن سے لے کر جب تک وہ جامعہ احمدیہ میں گئے ہمیشہ مسجد اور جماعت کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ **نہایت کم گو، نفیس طبیعت کے مالک، ظاہر بھی صاف اور باطن بھی صاف۔ نہ کبھی گپ شپ میں شامل ہوئے، نہ کبھی وقت ضائع کیا۔ انہیں وقت کے صحیح استعمال کا سلیقہ آتا تھا۔** مربی سلسلہ ہونے کی وجہ سے وہ خاکسار کے بہت قریب رہتے اور انہیں خاکسار نے بہت قریب سے دیکھا۔ **اعلیٰ اخلاق کے مالک، بڑے ہی دھیرے لہجے میں گفتگو کرنے والے، ہر ایک کی عزت و احترام کرنے والے نوجوان تھے۔** ان کی یہ دلی خواہش اور تڑپ تھی کہ ان کا وقف قبول ہو جائے اور جامعہ احمدیہ میں دینی تعلیم حاصل کر کے مبلغ بنیں اور خدمت دین کریں اور **جس دن ان کو جامعہ میں داخلہ ملا اس دن وہ اتنے خوش تھے کہ گویا دنیا جہان کی نعمتیں مل گئی ہیں۔ خلافت سے والہانہ عشق تھا۔**

ارشد محمود صاحب قائد گلاسگو لکھتے ہیں کہ خاکسار شارجہ کا قائد خدام الاحمدیہ منتخب ہوا۔ پہلے یہ مظہر احسن بھی وہیں شارجہ میں تھے۔ شارجہ قیام کے دوران جماعتی پروگراموں اور اجتماعات کے موقعوں پر ہونے والے **علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے دیکھا۔** کہتے ہیں چونکہ شہر سے باہر دور ایک جگہ ہم اجتماع منعقد کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں کافی پہلے جا کر وقار عمل اور دوسری تیاری کرنی پڑتی تھی۔ مرحوم باوجود چھوٹی عمر کے ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ **ان میں بڑی جرأت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اجتماع میں فی البدیہہ تقریر کا مقابلہ ہوا۔ یہ مقابلہ مشکل تھا اور عنوان بھی مشکل تھا۔ مظہر نے بھی حصہ لیا اور کیونکہ تیاری بھی ان کی نہیں تھی تو خدام ان کی تقریر سن کے ہنسنے لگے مگر مظہر احسن نے اپنی تقریر جس طرح بھی کی اس کو**

پورا کیا اور کوئی پرواہ نہیں کی اور پھر کہنے لگا کہ اگر اسی طرح میں جھجک گیا تو فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔ جھجک تو اسی طرح اترتی ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ ہمیں خدام کو مقابلہ جات میں سنجیدہ ہونا چاہیئے۔ اس نے کوئی پرواہ نہیں کی کہ لوگ ہنس رہے ہیں کہ نہیں ہنس رہے۔ اس نے کہا جھجک دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں بولتا چلا جاؤں جس طرح بھی مجھے آتا ہے۔

ایک ہمارے گیمبین مربی سلسلہ عبدالرحمٰن چام ہیں جنہوں نے پچھلے سال جامعہ پاس کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جامعہ کے دوران برادرم کے ساتھ کافی وقت گزارا۔ جامعہ کے بعد ہم وَاٹس اَیپ(WhatsApp) کے ذریعہ رابطہ میں رہے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار وہ میسیجز پیش کرتا ہے جو برادرم مظہر صاحب نے خاکسار کو بیماری کے بعد ارسال کئے۔ ایک یہ تھا کہ میں اس بیماری سے گذر رہا ہوں لیکن **حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت زیادہ احسانات کئے ہیں۔ اس لحاظ سے مجھے خدا تعالیٰ کا مزید شکر ادا کرنا چاہیئے اس لئے میں اس درد سے گزرنا مشکل نہیں سمجھتا۔** پھر یہ ایک ہے کہ میں بیماری کے متعلق نہیں سوچ رہا بلکہ میں اپنے مطمحِ نظر کو دیکھ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جماعت کی کس رنگ میں بہترین خدمت کر سکتا ہوں۔

ان کے ایک دوست اور کلاس فیلو شیخ ثمر جو مربی بنے کہتے ہیں ہمیشہ مسکراتے اور لوگوں کو خوش رکھتے۔ مظہر احسن ہر ایک سے ایک سلوک کرتا جیسے صرف وہی بندہ اس کا دوست ہے۔ کسی کو کسی بھی قسم کی دوری کا یا غیریت کا احساس نہیں ہونے دیتا تھا اور کبھی کسی کے ساتھ لڑائی نہیں کی۔ اس کا دل بہت بڑا تھا۔ ہر موقع پر تبلیغ کرتا اور کوئی بھی تبلیغ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ ہسپتال میں تھا تو ادھر بھی بہت مشہور تھا کہ یہ مسلمان ہے جو ہر ایک کو تبلیغ کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ کبھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ دوسروں کی جتنی مدد کر سکتا تھا اس سے بڑھ کر کرتا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا خیال رکھتا۔ ہر ایک سے پیار اور محبت کے ساتھ رہتا۔

ساحل محمود ان کے کلاس فیلو، مربی ہیں۔ کہتے ہیں ایسی عمدہ شخصیت کے ساتھ سات سال گزارنے کا موقع ملا ہے۔ بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ **اعلیٰ مہمان نوازی، عاجزی اور انکساری میں اعلیٰ نمونہ۔ ہمیشہ حسن ظنی کا مظاہرہ کرنے والے۔ ہر کام میں نیک نیت۔ جامعہ کے شروع سالوں میں prefect تھے۔ prefect کا کام ہوتا ہے کہ وقت پر لائٹ آف کر کے لڑکوں کو کہنا کہ سو جاؤ۔ نمازوں کے لئے جگانا، کمرے کی صفائی توجہ دلانا۔** کبھی کوئی جھگڑا ہو جاتا تو اسے روکنا۔ یہ سب ان کے کام تھے۔ تو طلباء ان کو تنگ بھی کرتے تھے۔ کہتے ہیں ہمیں ان کو تنگ کرنے کا بڑا مزہ آتا تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ خاکسار نے کوئی غلطی کر دی جس پر انہوں نے مجھے ڈانٹا اور پھر چند منٹ کے بعد میرے پاس آ کر معافی مانگنے لگ پڑے اور رو پڑے۔ **بڑے نرم دل کے انسان تھے۔** کہتے ہیں کبھی میں بیمار ہوتا یا کسی وجہ سے طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی اور چھٹی والے دن لیٹا ہوتا تو میرے اٹھنے سے پہلے میرے بستر کے پاس ناشتہ لا کر رکھ دیا کرتا اور کبھی نزلہ ہوا تو بغیر مجھے پوچھے فوری طور پر گرم پانی شہد میں ڈال کر میرے لئے لے آتا۔ اور کہتے ہیں جو میرے سے ملاقاتیں ہوتیں ان کا بڑے شوق سے ذکر کیا کرتا تھا۔ **مختصر یہ کہ زندہ دل، مخلص، عاجز، نیک، دین کا سچا مجاہد، تقویٰ شعار محنتی یہ تمام الفاظ مظہر کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا وہی اپنے دوستوں کے لئے بھی پسند کرتا اور کھانے پینے کے لئے جو کوئی چیزیں لاتا تو دوستوں کے لئے بھی لے کر آتا۔ سادگی سے زندگی بسر کرتا اور اس کو فضول خرچی کرتے بالکل نہیں دیکھا جو جوانی کی عمر میں بعض لڑکے کرتے ہیں۔ صفائی کا بہت خیال رکھنے والا اور نماز کا اور نماز تہجد کا باقاعدگی سے اہتمام کرتا۔** اس کے ایک کلاس فیلو کہتے ہیں کہ مجھے بھی اٹھاتا۔ انہوں نے کمرے میں ایک جائے نماز رکھی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر نفل ادا کیا کرتا تھا۔ بلاناغہ ہفتہ وار نفلی روزے بھی رکھتا اور چندے دینے کا بڑا اہتمام کرتا۔ ہر چیز میں ترتیب تھی۔ اپنے وقت کو بڑی عقل مندی سے تقسیم کرنے والا تھا۔ جامعہ کی روزانہ کی تدریس کے علاوہ ان کی یہ روٹین تھی کہ قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرے۔ پھر جماعتی کتب کا کچھ مطالعہ کرے۔ پھر خواہ کیسا ہی موسم ہو ہر روز ورزش کرے۔ باقاعدگی سے اخبار کا مطالعہ کرے اور پھر دوپہر کو کچھ آرام بھی کرے جو صرف چند منٹ کا ہو اور پھر سونے سے پہلے باقاعدگی سے ڈائری لکھنا۔ یہ تھیں اس کی خصوصیات۔ اور خطبہ جمعہ کے باقاعدہ نوٹس لیتا اور پھر خطبہ کے پوائنٹس کو اپنے دوستوں میں ڈِسکس (discuss) کرتا۔ یہ کہتے ہیں کہ **خلافت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کے سچے فدائی تھے اور کبھی خلیفہ وقت یا نظام جماعت کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کرتے۔ ہر تحریک پر لبیک کہتے اور دوسروں کو بھی یاددہانی کراتے۔ اپنے آپ کو خلیفہ وقت کے سپاہی سمجھتے اور یقیناً**

تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ خلافت کے لئے میں جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں اور پھر وہ صرف الفاظ نہیں ہوتے تھے بلکہ جذبات ظاہر کر رہے ہوتے تھے کہ یہ حقیقت میں وہی کچھ کرنے والا ہے جو کہہ رہا ہے۔

کینسر تشخیص ہوا تو ان کے دوست کہتے ہیں کہ ہمیں حوصلہ دلایا کہ پریشان مت ہو۔ بس خدا کے آگے جھکو۔ خدا تعالیٰ پر ایمان اور توکل بہت پختہ تھا۔ اپنی بیماری کو اپنے اوپر ایک آزمائش سمجھ کر قبول کیا۔ کسی کے آگے پریشانی یا تکلیف کا اظہار انہوں نے کبھی نہیں کیا۔

ان کے ایک دوست مربی شرجیل لکھتے ہیں۔ نہایت اعلیٰ اخلاق والے اور پیارے دوست تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک، خیال رکھنے والے، خلافت کے مقام کا حقیقی طور پر ادراک رکھنے والے، توکل علی اللہ بہت مضبوط تھا۔ جماعت کے لئے سب کچھ قربان کرنے والے تھے۔ ایک فدائی تھے۔ کبھی کسی کو تکلیف یا نقصان نہ پہنچاتے۔ ہر وقت مسکراتے رہتے۔ کوئی انہیں کتنا ہی تنگ کرتا کبھی غصہ نہیں دکھاتے، کبھی جوش میں نہیں آتے۔ کبھی فضول باتیں نہیں کیں۔ لغو باتوں سے اجتناب کرتے۔ آج تک کبھی انہیں برے الفاظ یا بدگوئی کرتے نہیں دیکھا۔ ہر وقت ہر کام کو بڑے صبر اور حوصلہ سے اور بڑی لگن اور محنت سے اور بڑی ذمہ داری سے کرتے۔ کبھی کسی کام کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔ ہر ایک کی مدد کرتے۔ سستی کا ان میں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ جامعہ سے بہت محبت تھی۔ قوت ارادی بہت مضبوط تھی۔ تکلیف کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور آخر وقت تک بڑی ہمت سے اپنی بیماری کو بھی برداشت کیا۔ یہ کہتے ہیں کہ کبھی کسی کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ لوگوں کو اس سے روکتے۔ ان میں وہ اوصاف تھے جو ایک مربی میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے دوست لڑکے تو یہ کہتے ہیں کہ ممہدہ سے ہی کامل مربی تھے۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے والے تھے کہ میری trimmer کی آواز بھی اونچی ہے اس لئے جب لوگ سوئے ہوتے ہیں تو مَیں trim نہیں کرتا۔

کسی قسم کا تصنع نہیں تھا۔ جیسے اندر سے تھے ویسے ہی باہر تھے۔ قول و فعل میں مطابقت تھی۔ قرآنی احکامات کے پابند تھے۔ نوٹس تو ان کے اچھے تھے ہی لیکن ترجمۃ القرآن کے پابندی سے نوٹس بناتے تھے اسی وجہ سے ان کا ترجمہ بہت اچھا تھا۔

ایک جامعہ کے طالبعلم آفاق، مربی بن گئے ہیں۔ پاکستان سے آ کے یہاں داخل ہوئے تھے۔ پہلے وہ کچھ عرصہ جامعہ پاکستان میں پڑھے پھر یہاں ان کے والدین آ گئے تو وہ بھی یہیں آ گئے۔ کہتے ہیں کہ لوگ مجھے ملنے آئے تو مظہر بھی ملنے آیا اور دو منٹ کے بعد چلا گیا اور واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں بستر اور تکیہ وغیرہ تھے کہ تم یہ چیزیں لے کر نہیں آئے اس لئے میں نے لا کے تمہیں دے دی ہیں کیونکہ ان چیزوں کی ضرورت ہو گی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری کلاس تین ماہ پہلے برادرم کی تیاری کے لئے سکاٹ لینڈ گئی تو بہت ہی خوش لگ رہے تھے۔ جب گھر ملنے گئے تو وہاں پر باقاعدہ بھرپور دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا اور ہمیں زور دے کر کہہ رہے تھے کچھ نہ کچھ ضرور کھائیں۔

بہرحال انتہائی شریف اور وقف کی روح کو سمجھنے والا انسان تھا اور گو اس کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ موقع نہ دیا اور چھبیس سال کی عمر میں وفات ہو گئی لیکن جہاں بھی اپنے دوستوں کی تربیت کا موقع ملا تربیت کی۔ جہاں تبلیغ کا موقع ملا تبلیغ کی اور بڑی کھل کے تبلیغ کی بلکہ آخری وقت میں بھی اپنے سامنے کچھ لکھ کے لگایا ہوتا تاکہ آنے والے ہر ڈاکٹر اور نرس اس کو پڑھیں۔ جب بھی دو تین دفعہ ہسپتال میں اور گھر میں بیماری کے دوران فون پہ میری ان سے بات ہوئی تو بڑے حوصلے سے جواب دیا کرتے تھے بلکہ ایک دفعہ تو ان کی والدہ نے کہا کہ دوائیوں کی وجہ سے ان کے منہ میں کچھ چھالے پڑے ہوئے ہیں اور بولا نہیں جاتا۔ لیکن جب میرے سے بات کی تو صحیح طرح بول رہا تھا۔ میں نے اسے کہا بھی کہ تم آرام کرو۔ لیکن انتہائی خلوص اور وفا سے کہنے لگا نہیں، اب میرے چھالے اب مجھے کوئی تکلیف نہیں دے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فضل بھی کیا اور اس کے بعد پھر وہ چھالے ٹھیک بھی ہو گئے۔ تو انتہائی وفادار اور اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے والا احمدی بچہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر رحمتیں برساتا رہے۔ اس کے درجات بلند کرتا رہے۔ ہمیشہ اس کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے اور اس جیسے ہزاروں واقفین بھی پیدا ہوں جو اس باریکی سے اپنے مقصد کو سمجھنے والے ہوں۔ اور خاص طور پر ان کے والدین کے لئے، بہنوں کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور حوصلے میں بڑھاتا چلا جائے۔

....

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:

''ابھی نماز جمعہ کے بعد میں ان کا نماز جنازہ حاضر بھی پڑھاؤں گا، میں نیچے جاؤں گا احباب یہیں صفیں درست کر لیں۔''

☆...☆...☆

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14 ؍اگست 2016ء کو کینیڈا میں واقفین نَو کی کلاس میں ایک واقفِ نَو سے دریافت فرمایا:

"ہمارا خدا" جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟

حضور انور نے فرمایا: انگریزی میں اس کا نام Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ **ہر وقفِ نو کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے کیونکہ آجکل دہریت کا زور ہے۔** (الفضل انٹرنیشنل 9؍دسمبر 2016ء)

أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

ہمارا خدا

جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے

تصنیف لطیف

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

قسط نمبر 7

ایمان باللہ کے دو درجے (حصّہ دوم۔ آخر)

مگر افسوس کہ اکثر لوگ جب ایمان کے ابتدائی مرتبہ کو حاصل کرتے ہیں تو یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ بس ہم نے جو کچھ پانا تھا پالیا۔ اور اس سے بھی زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ دُنیا میں بیشتر حصّہ ان لوگوں کا ہے جو اگر خدا تعالیٰ کے متعلق توجہ کرتے ہیں تو "ہونا چاہئے" کے مرتبہ سے آگے نہیں گزرتے اور صرف اِسی مقام تک پہنچ کر یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نے خُدا کو پالیا حالانکہ گو اس میں شک نہیں ہے کہ "ہونا چاہئے" کا مرتبہ "ہے" کے مرتبہ کے لئے بطور ایک زینہ کے ہے اور عالمِ رُوحانیت میں انسان کو ابتدائی بیداری اسی مقام میں پہنچ کر حاصل ہوتی ہے لیکن اگر اس مقام پر پہنچ کر انسان آگے قدم بڑھانے سے رُک جائے اور اسی کو اپنا منتہیٰ اور مقصود سمجھنے لگ جائے تو یہی حالت اُس کے واسطے نہایت خطرناک اور مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے اور بسا اوقات اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے قدموں پر واپس لوٹ کر ہمیشہ کے لئے دہریت کے تاریک گڑھے میں گر جاتا ہے اور خُدا کو تلاش کرتا کرتا خدا کا منکر ہو بیٹھتا ہے اور اِسی انکار کی حالت میں اُس پر موت آجاتی ہے کیونکہ جب وہ دیکھتا ہے کہ باوجود اس قدر کوشش اور سعی کے وہ خدا کو نہیں پاسکا اور زیادہ سے زیادہ اس خیال تک پہنچ سکا ہے کہ کوئی خُدا ہونا چاہئے تو آخر آہستہ آہستہ مایوسی اُس پر غلبہ پانا شروع کرتی ہے اور بالآخر وہ اپنی عقل کی ہدایت کو ایک دھوکہ خیال کر کے خدا تعالیٰ کا منکر ہو جاتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال سمجھنی چاہئے جیسے کہ کوئی شخص کسی کمرے کے دروازہ کو اندر سے بند پائے اور اس سے وہ یہ استدلال کرے کہ اِس کمرہ کے اندر ضرور کوئی شخص ہونا چاہئے ورنہ اس کا دروازہ خود بخود اندر سے بند نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ ایک بہت بڑا لمبا عرصہ اس دروازہ کے سامنے کھڑا رہے اور اس کو کھٹکھٹائے اور آوازیں دے اور شور کرے لیکن وہ دروازہ اُس کے لئے نہ کھولا جائے اور نہ ہی اُسے اندر سے کوئی آواز آئے تو آہستہ آہستہ اس کے دل میں شکوک پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے کہ ممکن ہے یونہی کسی نامعلوم بات کے نتیجہ میں یہ دروازہ اندر سے بند ہو گیا ہو یا یہ کہ بند کرنے والا اندر ہی مر چکا ہو وغیرہ وغیرہ اور بالآخر ایک وقت اُس پر ایسا آئے گا کہ وہ بالکل مایوس ہو جائے گا اور اس یقین سے واپس لوٹ جائے گا کہ کمرہ کے اندر کوئی آدمی نہیں ہے۔

پس خدا کے متعلق بھی اگر "ہونا چاہئے" والا ایمان "ہے" والے ایمان کی طرف راہنمائی نہیں کرتا تو اس کا آخری نتیجہ بھی سوائے مایوسی اور دہریت کے اور کوئی نہیں۔ اور جو لوگ غور کا مادہ رکھتے ہیں اُن کے لئے یہ ناممکن ہے کہ اس مقام تک پہنچ کر رُک جائیں۔ وہ یا تو آگے قدم بڑھائیں گے اور یا کچھ عرصہ کے بعد مایوس ہو کر واپس لوٹ جائیں گے، لیکن افسوس کہ دُنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں (بلکہ انہی لوگوں کی کثرت ہے) کہ جن کی آنکھوں پر ایسا غفلت کا پردہ چھایا ہوتا ہے کہ وہ اس مقام تک پہنچ کر جو "ہونا چاہئے" کا مقام ہے یہ تسلی پا جاتے ہیں کہ ہم خدا تک پہنچ گئے ہیں اور جو کچھ ہم نے پانا تھا پالیا ہے۔ گویا اپنی نادانی اور غفلت اور جہالت سے وہ خدا تعالیٰ کے متعلق اس حد تک عرفان

کافی سمجھتے ہیں کہ اس کارخانہ کا کوئی خالق ہونا چاہئے اور اُن کا ذہن پوری بیداری کے ساتھ اس بات کی طرف جاتا ہی نہیں کہ اگر کوئی خالق ہونا چاہئے تو وہ ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کون ہے۔ کہاں ہے۔ کیا کیا صفات رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم کس طرح تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور ہمیں کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس کا بھی ہمارے ساتھ کوئی تعلق ہے؟ ایسے لوگ نہ تو آگے قدم بڑھانے کی فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی اس جھوٹی تسلی کی وجہ سے پیچھے لوٹتے ہیں اور ان کی موت اِسی حالت میں اُن کو آلیتی ہے کہ وہ راستہ پر ہی بیٹھے ہوئے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم منزلِ مقصود تک پہنچ چکے ہیں۔ آجکل خدا کے ایمان کا دم بھرنے والے اکثر لوگ اسی قسم میں داخل ہیں۔ آہ! بدقسمت انسان! تُو نے عقل کے مدھم اور کمزور چراغ سے روشنی پا کر ایک حد تک راستہ طے کیا اور پھر جب وہ وقت آیا کہ تُو خدا کے رُوحانی سورج کی زبردست کرنوں کی روشنی میں داخل ہو کر خدا کی طرف (گرتا پڑتا نہیں بلکہ) شوق سے دوڑتا بھاگتا ہوا قدم بڑھائے اور ابتداءً دُور سے اپنے آقا و مولیٰ کو شناخت کر کے پھر اس کے قریب ہوتا چلا جائے حتیٰ کہ اُس کی مقدس صفات تجھے ماں کی گود کی طرح اپنے اندر ڈھانک لیں تو تُو یہ خیال کر کے کہ مَیں نے خدا کو پالیا ہے وہیں اپنی عقل کے مدھم چراغ کی کمزور روشنی میں راستہ سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا اور وہیں اپنی زندگی کے دن گزار دیئے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تیرا دل جس کے اندر خالقِ فطرت نے یقین کی ایسی پیاس ودیعت کر رکھی ہے جو بغیر حقیقی اطمینان کے تسلّی نہیں پاتی اور جس میں عشق و محبت کی وہ آگ بھڑکائی گئی ہے جو بغیر خدا کی طرف سے محبت کا چھینٹا پڑنے کے نہیں بجھتی کس طرح بغیر اپنا مقصود حاصل کرنے کے تسکین پا سکتا ہے؟ تُو اگر دھوکہ نہیں دیتا تو یقیناً دھوکہ خوردہ ہے اور یاد رکھ کہ بعض صورتوں میں دھوکہ کھانا بھی انسان کو مجرموں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ پس خدا سے ڈر اور راستہ میں بیٹھا رہ کر اپنی ہلاکت اور دوسروں کی گمراہی کا موجب نہ بن۔

(ہمارا خدا مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ 44 تا 47)

(باقی آئندہ)

بقیہ: تفسیر از صفحہ نمبر 2

چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جس طرح نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ اسلام کے ایسے احکام ہیں جن پر عمل کرنا ہر زمانہ میں ضروری ہے اسی طرح جہاد بھی ایسے اعمال میں سے ہے جن پر ہر زمانہ میں عمل کرنا ضروری ہے۔... ہر مومن کے لئے نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ نہایت اہم چیزیں ہیں اور جب تک وہ ان کو پورا نہ کرے اُس کے اندر اسلام کی رُوح پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اسلام کی رُوح پیدا ہونے کے بعد اُس کا فرض ہے کہ قرآن ہاتھ میں لے کر تمام غیر مسلم دنیا کے مقابلہ میں نکل کھڑا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاد کے متعلق انفرادی طور پر مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے نہ کہ جماعتی طور پر۔ اور ہر مسلمان پر جہاد فرض کیا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جہاد سے مُراد جہاد بالقرآن ہے جہاد بالسیف نہیں کیونکہ جہاد بالسیف طاقت کے ساتھ ہو سکتا ہے اور طاقت جتھے کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ایک فرد بھی ایمان کامل رکھتا ہو تو اسلام اُس کا فرض قرار دیتا ہے کہ وہ قرآن کے ساتھ جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔ باقی لوگ اس کے ساتھ آہستہ آہستہ آملیں گے۔ مگر اُسے اُن کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ وہ اکیلے عیسائیوں اور پنڈتوں وغیرہ کے ساتھ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماعت بھی عطا فرما دی۔... غرض جہاد کا لفظ جس کو عیسائیوں نے ہوّا سمجھ رکھا ہے اصل میں تبلیغ کا ہی ایک نام ہے۔ اور اصل جہاد تلوار کا جہاد نہیں بلکہ اصل جہاد وہ ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ کیا جائے۔ یعنی جس جہاد میں دلائل استعمال کئے جائیں اور آسمانی نشانات و معجزات کے ذریعہ دلوں کو فتح کیا جائے۔ مگر افسوس کہ مسلمان صرف تلوار چلانے کا نام جہاد سمجھتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انہیں غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور کفر دنیا میں موجود رہا۔ اگر مسلمان جہاد کی وہ تعریف جانتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ کہ جہاد ہر اُس فعل کا نام ہے جو نیکی اور تقویٰ کے قیام کے لئے کیا جائے۔ اور جہاد جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اُسی طرح اصلاحِ نفس سے بھی ہوتا ہے اور اِسی طرح تبلیغِ اسلام سے بھی ہوتا ہے اور اسی طرح مال و دولت کی قربانی سے بھی ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے جہاد کا الگ الگ موقعہ ہے تو آج کا روزِ بد انہیں نہ دیکھنا پڑتا۔ اگر مسلمان اس تعریف کو سمجھتے تو اسلام کے ظاہری غلبہ کے موقعہ پر وہ جہاد کے حکم کو ختم نہ سمجھتے بلکہ انہیں خیال رہتا کہ صرف ایک قسم کا جہاد ختم ہوا ہے دوسری اقسام کے جہاد ابھی باقی ہیں۔ اور تبلیغ کا جہاد شروع کر دیتے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ صرف اسلام مشرقی ممالک میں پھیل جاتا بلکہ یورپ بھی آج مسلمان ہوتا اور اس کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسلام کو زوال نہ آتا۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 512 تا 518)

علی بن ابی طالب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آنا

وحی کا آغاز

علی بن ابی طالب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آنا

ابو طالب ایک بہت باعزّت آدمی تھے، مگر غریب تھے اور بڑی تنگی سے اُن کا گزارہ چلتا تھا۔ خصوصاً ان ایاّم میں جبکہ مکّہ میں ایک قحط کی صورت تھی اُن کے دن بہت ہی تکلیف میں کٹتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے دُوسرے چچا عباس سے ایک دن فرمانے لگے: چچا! آپ کے بھائی ابو طالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ اُن کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو مَیں لے آؤں۔ عباس نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور پھر دونوں مِل کر ابو طالب کے پاس گئے اور اُن کے سامنے یہ درخواست پیش کی۔ اُن کو اپنی اولاد میں عقیل سے بہت محبت تھی۔ کہنے لگے عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے آئے اور علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت قریباً چھ سات سال کی تھی۔ اس کے بعد علیؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔(ابن ہشام و اسد الغابہ)

صبح کی سفیدی

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اور وقت آگیا تھا کہ صبح کی سفیدی اُفقِ مشرق میں نمودار ہو۔ یُوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مکّہ کی عام سوسائٹی میں زیادہ خلا ملا نہیں کیا مگر ان ایاّم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا یہ حال تھا کہ دن رات اللہ تعالیٰ کی طلب اور اُس کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ مکّہ کے پاس شہر سے تین میل کے فاصلہ پر منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب کوہِ حرا میں ایک غار ہے جس کو غارِ حراء کہتے ہیں۔ ان ایاّم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام دستور تھا کہ وہاں جاتے اور غور و فکر اور یادِ خدا میں مشغول رہتے۔ عام طور پر کئی کئی دن کا کھانا ساتھ لے جاتے اور شہر میں نہ آتے۔ بعض اوقات حضرت خدیجہؓ بھی ساتھ جاتی تھیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جسے قرآن شریف میں تلاشِ حق کا زمانہ کہا گیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (سورۃ الضحیٰ: 8) "یعنی اللہ نے تجھے اپنی تلاش میں سرگردان و حیران پایا۔ پس اُس نے تجھ کو اپنی طرف آنے کا راستہ بتادیا۔"

اسی زمانہ میں رؤیائے صالحہ کا آغاز ہوا جس کا عرصہ چھ ماہ کا بیان ہوا ہے۔ (بیہقی بحوالہ زرقانی باب مبعث النبی ﷺ) گویا نبوت کی ابتدائی سیڑھی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ...شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رنگ میں وحی کی ابتداء ہوئی وہ رؤیا صالحہ کی صورت میں تھی جو آپ ﷺ نیند کی حالت میں دیکھتے تھے۔ ہر ایک رؤیا جو آپ ﷺ دیکھتے تھے وہ صبح کی سفیدی کی طرح پوری ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں آپ ﷺ کو خلوت و تنہائی میں رہنا بہت محبوب تھا۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں جاتے اور وہاں کئی کئی رات عبادت کرتے رہتے پھر گھر آتے اور اپنے ساتھ کچھ اور زاد لے جاتے۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجہؓ سے آکر لے جاتے۔ آپ ﷺ اسی حالت میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس خدا کی طرف سے حق آگیا۔ اس وقت آپ ﷺ غارِ حرا میں تھے۔(بخاری باب بدء الوحی)

(سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 111 اور 112)(تصویر:

ByBakkouzatArabicWikipedia(Transferredfromar.wikipediatoCommons.) [Publicdomain],viaWikimediaCommons)

☆...☆...☆

اَللُّغَةُ الْعَرَبِيَّةُ

مَجْرُوْرَات (سبق نمبر 2)

پچھلے شمارہ میں ہم نے آپ کو مجرورات کی ایک قسم کے بارہ میں بتایا تھا۔ یعنی حروف جارہ کے بارہ میں۔ ہم نے بتایا تھا کہ مجرور وہ اسم ہے جس پر کسی عامل کی وجہ سے جرّ آئی ہو۔ مثلاً فِي الدَّارِ (گھر میں) الدَّارِ مجرور ہے۔ لفظ فِيْ جار کہلاتا ہے اور اس کی وجہ سے الدَّار پر جرّ آئی ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ کسی اسم پر جرّ دو ہی صورتوں میں آتی ہے۔ دوسری صورت کے بارہ میں ہم آپ کو آج بتائیں گے۔

اسم اگر مضاف الیہ ہو تو وہ مجرور ہو جاتا ہے۔ مثلاً غُلَامُ زَيْدٍ (زید کا غلام) اگر حرف جرّ لفظاً موجود ہو تو اُسے جار مجرور کہتے ہیں۔ اگر بظاہر حرفِ جرّ موجود نہ ہو بلکہ مقدّر ہو (یعنی وہ لفظ جو عبارت میں نہ ہو مگر اس کے معنی لئے جائیں، محذوف ہو) تو اُسے مضاف مضاف الیہ کہتے ہیں۔ مثلاً: كِتَابُ زَيْدٍ۔ اس میں كِتَابُ مُضاف ہے اور زَيْدٍ مضاف الیہ ہے۔ در اصل یہ كِتَابٌ لِزَيْدٍ تھا گویا جو لام حرفِ جرّ پوشیدہ ہے وہ مضاف الیہ کو زیر دیتا ہے۔

مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ مگر مضاف کی حرکت عامل کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ کبھی اس کو رفع ہوتا ہے کبھی نصب اور کبھی جرّ۔ مندرجہ ذیل مثالوں میں مضاف کی تینوں حرکتوں پر غور فرمائیے۔

(1) جَاءَ غُلَامُ زَيْدٍ۔ (زید کا غلام آیا)

اس میں مضاف یعنی غُلَامُ فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے (یعنی اس پر پیش آئی ہے)۔

(2) قَرَأْتُ كِتَابَ خَالِدٍ (میں نے خالد کی کتاب پڑھی)

اس میں کتاب مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے کتاب مضاف ہے اور خالد مضاف الیہ۔

(3) جِئْتُ بِكِتَابِ زَيْدٍ (میں زید کی کتاب لایا)

اس مثال میں بِكِتَابِ مضاف ہے اور ب کی وجہ سے مجرور ہے۔

اس ضمن میں یہ بات یاد رکھیں کہ مضاف ہمیشہ "ال" تعریف سے خالی ہوتا ہے۔ اور اضافت کے وقت اگر اس پر تنوین ہو تو گر جاتی ہے۔ اگر مضاف تثنیہ یا جمع ہو تو دونوں کا نون بھی گر جاتا ہے۔

(1) هٰذَا كِتَابُ زَيْدٍ۔ اس مثال میں کتاب مضاف ہے۔ اس کی تنوین گرا دی گئی ہے۔ (تنوین وہ دو پیش دو زبر یا زیر ہیں جن سے نون کی آواز پیدا ہوتی ہو۔ مثلاً ضَرْبٌ، ضَرْبًا، ضَرْبٍ۔)

(2) خَرَجَ غُلَامَا زَيْدٍ (زید کے دونوں غلام نکلے۔) غُلَامَا در اصل غُلَامَانِ تھا۔ تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

(3) جَاءَ مُسْلِمُوْا مِصْرَ (مصر کے مسلمان آئے) مُسْلِمُوْا در اصل مُسْلِمُوْنَ تھا۔ جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

.... حروف جارہ اور اضافت کے بارہ میں مزید تفصیلات کسی آئندہ شمارہ میں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرینکفرٹ جرمنی میں واقفین نَو اطفال و خدام کی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے ساتھ کلاس 31 رمئی 2015ء بروز اتوار

31 مئی 2015ء کو چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واقفین نو کی کلاس میں تشریف لائے۔ اس کلاس میں جرمنی بھر سے چودہ سے سولہ سال کے تقریباً اڑھائی سو واقفینِ نَو نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

اس کلاس کا موضوع **"قرآن کریم کے علوم"** رکھا گیا تھا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عزیزم معز احمد راٹھور نے سورۃ العلق کی پہلی چھ آیات کی تلاوت کی جن کا اردو ترجمہ عزیزم جاذب احمد عزیز نے پیش کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اور اس کا اردو ترجمہ عزیزم ماہد حسین نے پڑھ کر سنایا۔ جس کے بعد عزیزم ارسلان احمد خان نے ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے درج ذیل اقتباس پیش کیا۔

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"میں اُن مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اُن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔..."

"... پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدّوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ مَیں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اِن علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا اُن کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ اُن علوم کو اسلام کے تابع کرتے اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفّل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 43۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

بعد ازاں **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام۔**

"اے عزیزو سنو کہ بے قرآں حق کو ملتا نہیں کبھی انساں"

(براہین احمدیہ حصّہ سوم، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 299)

عزیزم شاہد نواز نے ترنم کے ساتھ پیش کیا۔ اس نظم پر **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** جرمنی میں پیدا ہوئے ہو اردو یہاں سیکھی ہے۔ ماشاء اللہ جرمنی میں اچھی آوازیں نکل رہی ہیں۔

اس کے بعد عزیزم صبیح احمد صادق نے "قرآنی علوم" کے موضوع پر درج ذیل مضمون پیش کیا۔

مضمون: قرآنی علوم

قرآن کریم کی وحی کا آغاز ان آیات سے ہوا جن کا ترجمہ آپ ابھی سن چکے ہیں۔ یہ سب سے پہلی وحی تھی جو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس طرح قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ اب دنیا میں قلم کے ذریعہ بھی ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے ایک یہ معنے بھی ہیں کہ قرآن کریم کے ذریعہ آئندہ سارے علوم دنیا میں پھیلیں گے۔ چنانچہ آج جس قدر علوم نظر آتے ہیں یہ سب قرآن کریم کے طفیل معرضِ وجود میں آئے ہیں۔

قرآن کریم عربوں میں نازل ہوا اور عرب بالکل جاہل تھے۔ انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ تاریخ کس علم کا نام ہے یا صَرف اور نحو کون سے علوم ہیں یا فقہ اور اصولِ فقہ کس چیز کا نام ہے۔ مگر جب قرآن کریم پر ایمان لانے کی سعادت اُن کو حاصل ہوگئی تو قرآن کریم کی وجہ سے اُنہیں اِن تمام علوم کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔۔۔ اسی طرح علم تاریخ کی ایجاد عمل میں آئی۔۔۔ لغت بھی قرآن کریم کی خدمت کے لئے لکھی گئی۔۔۔ اسی طرح علم معانی اور علم بیان محض قرآن کریم کے طفیل ایجاد ہوئے۔۔۔ غرض یہ علوم جو دنیا میں یکے بعد دیگرے دنیا میں ظاہر ہوئے محض قرآن کریم کے طفیل اور اس کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ اگر یہ علوم پیدا نہ ہوتے تو قرآن کریم کی حقیقت اور اس کی اعلیٰ درجہ کی شان کو لوگ پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہتے۔ یہی حال علم اقتصادیات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآنی اقتصادیات کی توضیح کے لئے دنیا میں قائم کیا۔ غرض صَرف کیا اور نحو کیا اور تاریخ کیا اور ادب کیا اور کلام کیا اور فقہ کیا سب علوم قرآن کریم کی خدمت کے لئے نکلے ورنہ عرب تو محض جاہل تھے۔ انہیں ان علوم کی طرف توجہ ہی کس طرح پیدا ہو سکتی تھی۔ اُن کو توجہ محض اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے قرآن کو مانا اور پھر قرآن کریم سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے اُنہیں ان علوم کی ایجاد یا ان کے پھیلانے کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اب رہی باقی دنیا سو اُس نے بھی قرآن کریم سے ہی ان تمام علوم کو سیکھا ہے کیونکہ یہ علوم وہ ہیں جو عربوں نے ایجاد کئے یا زندہ کئے اور پھر عربوں سے باقی دنیا نے لئے۔۔۔

غرض یورپ کے پاس کوئی ایک چیز بھی نہیں تھی۔ اُس نے جو کچھ سیکھا سپین کے مسلمانوں سے سیکھا اور سپین نے جو کچھ سیکھا شام سے سیکھا اور شام والوں نے جو کچھ سیکھا قرآن سے سیکھا۔ پس دنیا کے تمام علوم قرآن سے ہی ظاہر ہوئے ہیں اور اب قیامت تک جس قدر قلمیں چلیں گی قرآن کریم کی خدمت اور اس کے بیان کردہ علوم کی ترویج کے لئے ہی چلیں گی۔ آج یورپ میں جتنی کتابیں نکل رہی ہیں وہ سب کی سب عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کی تصدیق کر رہی اور اللہ تعالیٰ کی اس پیشگوئی کو سچا ثابت کر رہی ہیں کہ قلم کے ذریعہ قرآن کریم کو پھیلایا جائے گا۔ عرب ہر قسم کے علوم سے نابلد تھے لیکن قرآن کریم پر ایمان لانے کے بعد وہ تمام دنیا کے استاد بن گئے اور فلسفہ جس پر یورپ کو آج بہت بڑا ناز ہے اس کے بھی

وہی موجد قرار پائے۔۔۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علوم میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کوشش کرتی ہے کہ اس کا علمی مقام پہلے سے بلند ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود بیج اپنی ذات میں جو قیمت رکھتا ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ درخت کا پھیلاؤ خواہ کس قدر بڑھ جائے بیج کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح علوم خواہ کس قدر ترقی کر جائیں سہرا مسلمانوں کے سر ہی رہے گا اور مسلمانوں کا سر قرآن کریم کے آگے جھکا رہے گا کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس نے اعلان کیا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ اب دنیا کو قلم کے ذریعہ علوم سکھانے کا وقت آگیا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ دنیا کو تمام علوم قرآن کریم نے ہی سکھائے ہیں۔ اگر قرآن نہ آیا ہوتا تو دنیا ایک ظلمت کدہ ہوتی۔ جہالت اور بربریت کا نظارہ پیش کر رہی ہوتی۔ یہ قرآن کا احسان ہے کہ اس نے دنیا کو تاریکی سے نکالا اور علم کے میدان میں لاکر کھڑا کر دیا۔

(تفسیر کبیر۔ جلد 9۔ صفحہ 271-274زیر تفسیر سورۃ العلق)

مضمون: قرآنی علوم کی مثالیں

بعد ازاں عزیزم عدنان کلیم نے "قرآنی علوم کی مثالیں" کے موضوع پر درج ذیل مضمون پیش کیا۔

پیارے بھائیو! قرآن کریم کے اندر بیشمار علوم موجود ہیں جن پر قرآن کریم بار بار غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے جیسے سورۃ روم کی آیات 22 تا 25 میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔"یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں"۔ نیز فرمایا"یقیناً اس میں عالموں کے لئے بہت سے نشانات ہیں"۔ پھر فرمایا"یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں جو بات سنتے ہیں"۔ اسی طرح فرمایا "یقیناً اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں"۔

ہمیں History کے بارہ میں تحقیق کرنے کی ہدایت کرتی ہیں۔

قرآن کریم میں جابجا انسان کی پیدائش اور پیدائش کے مراحل کے بارہ میں آیات موجود ہیں اور خاص طور پر Embryol-ogy کے بارہ میں وہ معلومات دی گئی ہیں کہ آج بھی اس فیلڈ کے بہت سے ماہرین جو خدا تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتے قرآن کریم کی ان معلومات پر حیران ہیں کہ پندرہ سو سال پہلے یہ معلومات کس طرح حاصل کی گئیں۔

یہ آیات یقیناً ہمیں اس فیلڈ میں بھی مزید ریسرچ کی دعوت دے رہی ہیں۔

خاکسار اس کم وقت میں صرف چند ایک علوم کا ذکر کر سکا ہے۔ جبکہ قرآن میں تمام روحانی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کی بنیاد بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں پر غور و فکر کرنے والے ہوں۔

مضمون: قرآن اور سائنس

اس کے بعد عزیزم حسن احمد نے ''قرآن اور سائنس'' کے موضوع پر درج ذیل مضمون پیش کیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''قرآن نے لوگوں کو سائنس کی تعلیم سے روکا نہیں بلکہ فرماتا ہے: قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ غور کرو، زمین اور آسمان کی پیدائش میں (سورۃ یونس:102) آسمان سے مراد سماوی (علوی) علوم اور زمین سے ارضی یعنی جی آلوجی (Geology)، بائی آلوجی (Biology)، آرکی آلوجی (Archeology) طبیعیات وغیرہ علوم مراد ہیں۔ اگر خدا کے نزدیک ان علوم کے پڑھنے کا نتیجہ مذہب سے نفرت ہوتا تو قرآن کہتا ان علوم کو کبھی نہ پڑھنا۔ مگر اس کے برخلاف وہ تو کہتا ہے، ضرور غور کرو، ان علوم کو پڑھو اور اچھی طرح چھان بین کرو کیونکہ اسے معلوم ہے علوم میں جتنی ترقی ہوگی اس کی تصدیق ہوگی۔ قرآن کریم کی یہ آیت بھی سائنس کی طرف توجہ دلاتی ہے... فرمایا: زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن رات کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے نشان ہیں۔ زمین اور آسمان کی پیدائش میں غور کرنے سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی چیز

اب خاکسار وقت کی مناسبت سے آپ کے سامنے بیشمار قرآنی علوم میں سے چند مثالیں رکھتا ہے جن کے بارے میں قرآن ہمیں غور کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے اس کائنات کی پیدائش (جسے بگ بینگ تھیوری کہا جاتا ہے) کائنات کے ہر لحہ پھیلنے، اسی طرح گلیکسیز، ستاروں، سیّاروں، دمدار ستاروں، سورج اور چاند وغیرہ کے بارہ میں وہ معلومات دیں جو نئی تحقیقات کی روشنی میں اس زمانے میں ہم سمجھ سکے ہیں اور ابھی کتنی ہی ایسی معلومات ہوں گی جو ابھی ہم سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ خدا تعالیٰ سورۃ التکویر کی آیت 12 میں یہ پیشگوئی فرماتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں آسٹرونومی کے علم میں بہت ترقیات ہوں گی جیسا کہ فرمایا ''اور جب آسمان کی کھال ادھیڑ دی جائے گی''۔ آسٹرونومی کے موضوع پر قرآن کریم میں سینکڑوں آیات موجود ہیں جو ہمیں مزید ریسرچ کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ آسمان کی طرح زمین کے بارہ میں بھی قرآن میں بیشمار آیات موجود ہیں۔ زمین کی پیدائش، زمین میں پہاڑوں کا بنایا جانا، پانی اور بادلوں کا نظام، درختوں کا اگانا، جانوروں اور پرندوں کا پیدا کرنا۔ غرض زمین کے تعلق میں جیالوجی کے ساتھ ساتھ دوسرے کئی علوم مثلاً Hydrology، Oceanology، Zoology، Botany وغیرہ حاصل کرنے اور ان پر غور کرنے کے بارہ میں قرآن کریم بار بار متوجہ کرتا ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ سورۃ الانفطار کی آیت 5 میں یہ پیشگوئی فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں آرکیالوجی کے علم میں بھی بہت ترقیات ہوں گی جیسا کہ فرمایا ''اور جب قبریں اکھیڑ کر اِدھر اُدھر بکھیر دی جائیں گی''۔ اس کے علاوہ Egyptology کے بارہ میں بھی بیشمار آیات موجود ہیں جو

فضول اور بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی۔(آل عمران: 192,191)

اب دیکھو اس آیت میں سائنس کے متعلق کیسی وسیع تعلیم دی گئی ہے۔ اشیاء کے فوائد اور پھر یہ نتیجہ کہ کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی یہ بغیر تحقیق کے کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔ پس قرآن نے خواصُ الْاَشیاء کی طرف توجہ دلائی ہے اور ساتھ ہی یہ سنہری اصل بھی سکھا دیا ہے کہ کسی چیز کو بے فائدہ نہ سمجھو۔ ہم نے کوئی چیز فضول پیدا نہیں کی۔ گویا لمبی تحقیق جاری رکھنے اور عاجل نتائج سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔... پس اسلام سائنس کی طرف توجہ دلاتا ہے اور سائنس کی تحقیقاتوں سے اسلام کی تائید ہوتی ہے۔" (انوار العلوم جلد 9 صفحہ 501 تا 503)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آخر میں مَیں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ... مذہب اسلام کا مطالعہ کرو۔ قرآن کو ہاتھ میں لو اور اس پر غور کرو۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سائنس مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ کوئی سچی سائنس مذہب کے خلاف نہیں اور کوئی سچا مذہب سائنس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔...

...تم اپنے مذہب کی قدر کرو اور اس کا احترام کرو۔ اسلامی روح اپنے اندر پیدا کرو۔ پھر تمام تدابیر کامیاب ہوں گی۔ تم قرآن کو ہاتھ میں لو۔ اس کا مطالعہ کرو۔ اس کو غور سے Study کرو۔ اس کتاب کا احترام کرو۔ اس کی آیات پر ہنسی نہ کرو۔ صرف کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا (البقرۃ: 188،61) کا مسئلہ ہی یاد نہ ہو بلکہ مذہب بھی سیکھو۔ یاد رکھو اس میں وہ علوم ہیں جو تمام دنیا کے تمدّن کو ہیچ کر دیں گے۔ تم اگر اسلام کا سچا نمونہ اختیار کرو گے تو تم کو روحانی اور جسمانی دونوں امور میں دنیا پر برتری حاصل ہو گی۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ پھر بلند ہو گا۔ اور اسلام کی حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل کی طرح پھر دنیا پر قائم ہو گی۔ انشاء اللہ"۔

(مذہب اور سائنس انوار العلوم جلد 9 صفحہ 518 تا 519)

........................(باقی آئندہ)

کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مَیں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔ اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طبیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دے تو اسے ہرگز فائدہ نہ ہو گا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا جس سے وہ خود محروم ہے۔ کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (الشمس: 10) یوں تو ہزاروں چور، زانی، بدکار، شرابی، بدمعاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں؟ ہرگز نہیں اُمّتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 451۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

☆...☆...☆

کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم مقام اور ان کے مطالعہ کی اہمیت

عطاء الحئی ناصر۔یوکے

اگر غور کیا جائے تو کئی مذاہب میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ آخری زمانے میں ایک مسیحا کی آمد ہو گی۔ اور مختلف مذاہب میں اُس کے نام بھی مختلف ہوں گے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو مسیح موعود، امام مہدی اور عیسیٰ ابنِ مریم کہہ کر پکارا ہے۔

بہت سے مذاہب کی مقدس کتب میں اُس آنے والے کے بارہ میں پیشگوئیاں موجود ہیں جو اُس کے زمانہ کی علامات اور اُس کی ذاتی خوبیوں اور خصوصیات کو واضح کرتی ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری زمانہ میں مسیح موعود اور امام مہدیؑ کی آمد کے بارہ میں بیشمار پیشگوئیاں فرمائی تھیں جن میں سے کچھ پیشگوئیاں اُس آنے والے موعود کی آمد کے زمانہ کی علامات کے بارہ میں تھیں۔ اور کچھ پیشگوئیاں اُس موعود کی خصوصیات اور خوبیوں کے بارہ میں تھیں۔

یہ بات طے تھی کہ وہ موعود شخص غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہو گا۔ اور اُس کا مقابلہ دنیا بھر کی طاغوتی قوتوں سے ہو گا۔ اور وہ تمام مذاہب کے مقابلہ پر اِسلام کا دفاع کرے گا۔ یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ وہ موعود شخص، روحانی علوم پر عبور رکھتا ہو۔ اور اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوارق عادت قوت حاصل ہو۔ اور جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ التکویر میں قُربِ قیامت کی علامات بیان کی گئی ہیں (جو کہ در اصل مسیحِ موعود و امام مہدی کی آمد کا زمانہ تھا)۔ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

ترجمہ: اور جب صحیفے نشر ہوں گے۔ (التکویر:11)

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آخری زمانے میں کتب کی اشاعت کثرت سے ہو گی۔ اور اسی ذریعہ سے وہ مسیح موعودؑ و امام مہدیؑ اسلام کی طاقت اور سَرورَی ثابت کرے گا۔ اور تمام اَدیانِ باطلہ پر اسلام کو غلبہ دِلائے گا۔ یعنی قلم کو اپنا ہتھیار بنائے گا۔ ''صحیح بخاری'' کی ایک حدیث میں آخری زمانہ کی نسبت ''یَضَعُ الحَربَ'' کی پیشگوئی کے تحت جہاد بالسیف منقطع ہو جانا تھا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود و امام مہدی کے بارہ میں یہ پیشگوئی فرمائی کہ:

یُفِیضُ الْمَالَ

ترجمہ: وہ مال تقسیم کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

اس پیشگوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ مسیح موعود دنیاوی مال و دولت تقسیم کرے گا۔ اور اُس کے پاس کوئی دنیاوی خزائن ہوں گے بلکہ آیتِ قرآنی ''وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت'' اور حدیثِ مبارکہ، ''یَضَعُ الحَربَ'' کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مسیح موعودؑ کے بارہ میں جو پیشگوئی ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ مال تقسیم کرے گا اس کا ہرگز یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دنیاوی مال و دولت ہوں گے بلکہ یہاں

1985ء میں شائع ہونے والے روحانی خزائن کے سیٹ کی ایک تصویر۔ یہ سیٹ انگلستان میں طبع ہوا تھا۔

روحانی مال یعنی روحانی علوم اور روحانی اَسرار کا ذکر ہے۔ وہ موعود شخص، اُن روحانی اَسرار اور حقائق سے پردہ اُٹھائے گا جو ایک مُدّت سے مخفی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ تعلیمات کو اَز سرِ نَو زندہ کرے گا جن سے مسلمان نادان ہو بیٹھے تھے۔

تیرھویں صدی عیسوی میں تمام مذاہب اسلام پر مسلسل حملہ آور تھے۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا تھا جو اسلام پر ہونے والے حملوں کا دفاع کر سکے۔ اسلام کے خلاف بہت سی کتب لکھی جا رہی تھیں۔ ہر طرف سے اسلام پر اعتراضات اُٹھائے جا رہے تھے اور کثرت کے ساتھ اسلام مخالف تصانیف سامنے آ رہی تھیں۔

اور آیتِ کریمہ "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" کے تحت یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ اب مسیح موعودؑ کی آمد کا وقت آ چکا ہے۔ مگر مسلمان یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم جہاد بالسیف کے ذریعہ ان طاغوتی قوتوں کو زیر کر لیں گے۔ مگر اُن کو مسلسل شکست ہو رہی تھی اور ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ گویا اِسلام میں کوئی سچائی، نورِ ہدایت اور طاقت نہیں (معاذ اللہ)۔

تمام وہ پیشگوئیاں جو مسیح موعود اور امام مہدیؑ کے بارہ میں کی گئیں تھیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔ اور آپ ہی وہ مسیح موعود، امام مہدی اور مثیلِ عیسیٰ ابنِ مریم تھے جس کے بارہ میں بہت سے مذاہب کی مقدس کتب اور صحیفوں میں پیشگوئیاں ملتی ہیں۔

پھر وہ جری اللہ روح القدس کی تائید سے قلم کے ذریعہ ہی دشمنانِ اسلام کے منہ بند کرنے لگا۔ اور اس نے ہر معاندِ اِسلام کو تباہی و نامُرادی کی راہ دِکھلائی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سَیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کیے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچّے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ اُس نے مجھے متوجّہ کیا ہے کہ مَیں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوّت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ مَیں کب اِس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اُس کے دین کی عزّت ظاہر ہو۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 38۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

صَفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

مسیح موعودؑ کے ظہور کے حوالے سے حدیث میں یہ ذکر ملتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ 2 فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ اِس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور دو فرشتوں سے مُراد اس کے لئے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر ان کی اِتمام حجت موقوف ہے (۱) ایک وَہبی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اِتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب کے اُس کو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجت نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے"۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 321)

اس حدیث کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی یہ وضاحت ہے کہ "ایک وَہبی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اتمام حجت" ظاہر کرتی ہے یعنی اس حدیث میں جن 2 فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک فرشتے سے مراد "عقلی و نقلی دلائل" کی طاقت ہے۔ یعنی مسیح موعودؑ اپنی

باقی صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمائیں

جلسہ سالانہ کینیڈا کے ایّام میں
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی مصروفیات پر مشتمل ڈائری

عابد وحید خان صاحب انچارج پریس اینڈ میڈیا آفس کی ذاتی ڈائری

(مکرم عابد وحید خان صاحب کی ڈائریز میں سے صرف ایک مختصر انتخاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مکمل ڈائریز
www.alislam.org/library/topics/diary
پر دستیاب ہیں۔ آپ ان ڈائریز کو ضرور پڑھیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں۔)

3/اکتوبر 2016ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 6ہفتوں پر مشتمل ایک نہایت تاریخ ساز اور بابرکت دورۂ کینیڈا کے لئے تشریف لے گئے۔ اس دورہ میں حضور انور نے جلسہ سالانہ کینیڈا میں شمولیت فرمائی، کئی تاریخی خطابات ارشاد فرمائے، کینیڈا کے کئی سربراہوں اور معززین کو شرف ملاقات بخشا، درجنوں انٹرویوز دیئے اور ہزارہا احمدیوں سے ملے۔

Peace Village میں ورود مسعود

لوکل وقت کے مطابق ہم پانچ بجکر پندرہ منٹ پر Peace Village پہنچے۔ حضور انور کی آمد کے جو نظارے ہمیں دیکھنے کو ملے وہ نا قابل یقین، نا قابل فراموش اور انتہائی جذباتی تھے۔ ہزارہا احمدی حضور انور کا خیر مقدم کرنے کے لئے حضور کی رہائشگاہ کے باہر سڑکوں پر قطاریں بنا کر کھڑے تھے۔ ایک فاصلے سے ہمیں نظر بھی آرہا تھا اور ہمیں سنائی بھی دے رہا تھا کہ وہ انتہائی جوشیلے نعرے بلند کر کے اپنے پیارے امام کی آمد پر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

جب قافلہ Peace Village میں داخل ہوا تو لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے گاڑیوں کی رفتار کم کر دی گئی اور جب مَیں نے گاڑی سے باہر دیکھا تو مجھے ہر طرف مرد و زن اور بچے دکھائی دیئے جو حضور انور کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھے۔ بہتوں کے آنسو رواں تھے لیکن فرط مسرت سے تمام لوگوں کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

گاڑی سے اُترتے ہی حضور انور مسکرائے، اِرد گرد دیکھا اور احمدیوں کی طرف ہاتھ بلند کر کے ہلایا، بعض معززین کو شرف مصافحہ بخشا اور پھر حضور انور اپنی رہائشگاہ میں تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے۔ جب حضور نمازِ ظہر و عصر پڑھانے کے لئے پیدل مسجد بیت الاسلام تشریف لے جا رہے تھے تو مَیں حضور انور کے عقب میں چل رہا تھا۔

مسجد میں ایک بے تکلف مجلس

اس روز نماز مغرب اور عشاء کے وقت معمول سے ہٹ کر حضور انور نے مسجد میں داخل ہونے پر فوراً نمازیں نہیں پڑھائیں بلکہ حضور انور مسجد میں کچھ وقت کے لئے تشریف فرما ہوئے اور بعض احباب سے بے تکلفی سے گفتگو فرماتے رہے۔

گفتگو کے آغاز میں حضور انور نے اُن لوگوں سے جو مسجد کے آخر پر بیٹھے تھے دریافت فرمایا کہ آواز صاف آرہی ہے اور ساؤنڈ سسٹم صحیح کام کر رہا ہے۔ اس کے بعد حضور انور نے جامعہ احمدیہ کینیڈا کے بعض طلباء سے اُن کی پڑھائی کے بارہ میں دریافت فرمایا اور بعض ابتدائی کلاسوں میں پڑھنے والے طلباء سے استفسار فرمایا کہ انہوں نے عربی پڑھنا شروع کر دی ہے یا نہیں؟

طلباء کو مخاطب ہوتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ عربی میں آپ کی بنیاد مضبوط ہو اس لئے مستعدی سے کام کریں اور عربی میں جس حد تک ممکن ہو مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ یہ آپ کی تعلیم کے دوسرے شعبوں میں بھی ممد و معاون ثابت ہو گا۔

اس کے بعد حضور انور پاکستان سے آنے والے احمدیوں سے

مخاطب ہوئے اور اُن سے پوچھا کہ وہ کہاں کہاں سے آئے ہیں اور اُن کا خاندانی تعارف کیا ہے؟ ایک خادم نے حضور انور کو بتایا کہ اُس نے پاکستان سے ایک ڈگری حاصل کی ہوئی ہے لیکن وہ شش و پنج میں مبتلا ہے کہ آئندہ کیا کرے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ کو یہاں کینیڈا میں مزید پڑھائی کرنی چاہئے اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ محنت سے کام کرنا ہے اور جس حد تک ممکن ہو آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔

حضور انور کی معیّت میں چند لمحات

ایک روز کی ڈائری میں عابد صاحب نے لکھا کہ مجھے چند منٹ حضور انور کی رہائشگاہ سے منسلکہ کمرہ میں جس میں مَیں رہ رہا تھا حضور انور سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اس دوران حضور انور نے انٹرویو دینے کے بارہ میں اپنے انداز کا بتایا کہ حضور کس طرح انٹریو دیتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جب صحافی مجھ سے سوال کرتے ہیں تو اکثر مَیں اُن کے سوالوں کے جواب فوری طور پر نہیں دیتا اور لوگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے سوال صحیح طرح سنائی نہیں دیا جبکہ تبلیغ کی خاطر مَیں یہ جان بوجھ کر کرتا ہوں۔ مَیں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بارہ میں بتاؤں اور یہ بتاؤں کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؑ مبعوث ہوئے۔ جب میں انہیں یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں پھر میں اُن کے سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔

مکرم عابد صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے جسے مَیں نے گزشتہ سالوں میں خود بھی محسوس کیا تھا۔ مَیں بھی ابتدائی سالوں میں بعض اوقات یہ سمجھتا تھا کہ شاید حضور انور کو سوال صحیح طرح سنائی نہیں دیا۔ لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ حضور انور اکثر پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بارہ میں، اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے بارہ میں اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بارہ میں بات کرتے اور پھر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اس طرح جرنلسٹ کی بجائے حضور انور انٹرویو کا رُخ پھیرتے ہیں اور حضور انور ایسے انٹرویوز کے ذریعہ مخصوص موضوعات پر بات کرنے سے پہلے اسلام کی بنیادی تعلیمات پہنچاتے ہیں۔

لنگر خانہ کا معائنہ

6؍اکتوبر 2016ء کی شام کو حضور انور نے جلسہ سالانہ کے لئے لنگر خانہ کا معائنہ فرمایا۔ اکثر شعبہ جات کا انتظام جلسہ سالانہ کی جگہ بمقام Peace Village میں ہی تھا مگر لنگر خانہ کا انتظام Mississauga میں کیا گیا تھا۔ جب حضور انور پیدل لنگر خانہ کی طرف جا رہے تھے تو احمدی احباب بھی دونوں اطراف پر حضور انور کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے، ہاتھ ہلا ہلا کر سلام کہتے اور نعرے بلند کرتے جاتے۔ حضور انور بھی ہاتھ ہلا کر اُن کے سلام کا جواب دیتے رہے۔

لنگر خانہ میں حضور انور نے مختلف چولہوں کا جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا کہ کس طرح کھانا پکایا جائے۔ حضور انور نے آلو گوشت میں گوشت اور آلوؤں کی مقدار کے بارہ میں دریافت فرمایا اور چیک کیا کہ گوشت صحیح طرح گلا ہے یا نہیں۔ اسی طرح حضور انور نے روٹی بھی چیک کی اور دریافت فرمایا کہ اس کی expiry date کیا ہے تا کہ یہ بات یقینی ہو کہ جلسہ سالانہ پر کوئی out of date چیز نہ پیش کی جائے۔

ایک دلکش لمحہ

حضور انور باہر تشریف لائے اور بعض رضاکاروں سے ملے۔ اس دوران حضور انور کی نظر ایک خادم پر پڑی جس نے ایک طوطا پکڑا ہوا تھا۔ حضور انور نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور نہایت نرمی، پیار اور لگاؤ سے طوطے پر ہاتھ پھیرا۔ یہ نظارہ دیکھ کر مجھے یکلخت 2013ء میں آسٹریلیا کے دورہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا جب حضور انور Bird Park تشریف لے گئے اور مَیں نے دیکھا کہ کس طرح حضور انور پیار سے متعدد پرندوں کو دانہ ڈال رہے تھے...

خوش نصیبی، ایک خادم کی گاڑی

لنگر خانہ کے معائنہ کے بعد حضور انور ایک دوسری گاڑی میں تشریف فرما ہوئے۔ حضور انور کو اس دوسری گاڑی میں کچھ فاصلہ پر واقع مسجد تک لے جایا گیا۔ یہ گاڑی Tesla کی الیکٹرک کار تھی اور اس کا مالک کینیڈا سے تعلق رکھنے والا ایک احمدی خادم تھا۔ اس نے حضور انور کے دورہ سے قبل حضور سے درخواست کی تھی کہ دورہ کے دوران حضور اس کی گاڑی کو برکت بخشیں۔ اتنی مصروفیات کے باوجود حضور انور اس کی درخواست نہ بھولے اور اس موقع پر اس کی خواہش پوری کر دی۔

حضور انور نہ صرف اس کی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے بلکہ ساتھ ہی حضور انور نے اس بات میں دلچسپی کا اظہار فرمایا کہ Tesla کی گاڑیاں کلیۃً الیکٹرک ہیں۔ چنانچہ حضور انور نے اس خادم سے گاڑی سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں کہ کس طرح یہ گاڑی چلتی ہے اور اس کے مختلف فنکشنز (functions) کیا ہیں۔

جلسہ سالانہ کے رضاکاروں کے ساتھ بے تکلفی کے لمحات

معائنہ انتظامات کے موقع پر افتتاحی خطاب کے بعد حضور انور کچھ لمحوں کے لئے محراب میں تشریف فرما ہوئے اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ اس کے بعد حضور انور نے جلسہ سالانہ کے بعض منتظمین سے گفتگو فرمائی اور ان سے ان کے شعبوں سے متعلق دریافت فرمایا۔

حضور انور نے ناظم رہائش سے استفسار فرمایا کہ کتنے مہمانوں کی آمد متوقع ہے؟ ناظم صاحب کو اس بات کا علم نہ تھا۔ اس کے بعد حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کہاں کہاں مہمانوں کی رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے اور کتنے بستر موجود ہیں؟ اس پر بتایا گیا کہ جماعت نے فقط 400 مہمانوں کا انتظام کیا ہوا ہے اور غالب امکان یہی ہے کہ مہمانوں کی اکثریت اپنی رہائش کا انتظام خود کریں گے۔

حضور انور نے شعبہ ضیافت کے کارکنوں سے استفسار فرمایا کہ کتنا کھانا پکایا جاتا ہے؟ اور ہدایت فرمائی کہ ہر وقت کچھ زائد کھانا موجود ہونا چاہئے تاکہ لوگ بھوکے نہ رہ جائیں اور مجبوراً انہیں گھنٹوں قطاروں میں انتظار نہ کرنا پڑے۔

اس کے بعد حضور انور نے جلسہ کی جگہ پر غسل خانوں کے انتظامات کے بارہ میں استفسار فرمایا کہ کیا صفائی کے مناسب انتظامات کیئے گئے ہیں تاکہ غسل خانے ہر وقت صاف رہیں؟

حضور انور نے افسر صاحب جلسہ گاہ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے امسال جلسہ سالانہ یوکے پر غسل خانوں کی صفائی کا معیار دیکھا تھا؟ اس پر انہوں نے عرض کی: حضور، صفائی کا معیار انشاء اللہ جلسہ یوکے سے بہتر ہوگا۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: صفائی کا معیار سوگنا بہتر ہونا چاہئے کیونکہ یہاں تو آپ کے پاس مستقل انتظام ہے اور پکّے غسل خانے بنے ہوئے ہیں جبکہ یوکے جلسہ پر تو سب عارضی انتظامات ہیں۔

حضور انور کی ان تمام خصوصی ہدایات اور بہتری پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانے کے باوجود ایسا ہوا کہ رہائش، کھانا اور غسل خانوں کے انتظامات میں جلسہ کے دوران نمایاں کمزوریاں نظر آئیں جو بالخصوص کھانے اور غسل خانوں کے انتظامات میں تھیں۔ اس طرح یہ واقعہ ہمارے لئے ایک یاددہانی ہے کہ جب بھی خلیفۂ وقت کسی امر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس امر میں کمزوری ہے خواہ منتظم اسے پسند کریں یا نہ کریں۔

رمضان المبارک میں روزانہ ایک پارہ قرآن کریم کی تلاوت

یہ ایک ایسا امر ہے جس کا مَیں نے ذاتی طور پر کئی مواقع پر خود تجربہ کیا ہے۔ مثلاً مجھے یاد ہے کہ چند سال قبل رمضان کے بابرکت مہینہ کے دوران مَیں قرآن کریم کی تلاوت میں کچھ سُست سا پڑ گیا۔ مَیں روزانہ تلاوت کر رہا تھا لیکن جتنا مجھے پڑھنا چاہئے تھا اس سے بہت کم تھا۔ مجھے دل میں اس کا احساس تھا لیکن پھر بھی سُستی مجھ پر غالب آگئی۔

چند دنوں کے بعد اچانک اور انتہائی غیر متوقع طور پر حضور انور نے مجھ سے استفسار فرمایا: عابد، آپ نے ابھی تک رمضان میں کتنے سپارے پڑھ لئے ہیں؟

مجھے یاد ہے کہ جب میں اس بات کا اعتراف کر رہا تھا کہ ابھی زیادہ سپارے نہیں پڑھے تو میں بہت شرمندہ ہوا۔ حضور انور نے نہایت شفقت کے ساتھ مجھے اس یاددہانی کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا کہ مَیں رمضان میں روزانہ کم از کم ایک سپارہ پڑھنے کی کوشش کیا کروں۔

☆...☆...☆

تبرکات

”جو شخص اپنے آپ کو وقف کرے وہ اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ کرے کہ مَیں یہ نہیں دیکھوں گا کہ مجھے کہاں مقرر کیا جاتا ہے۔ میرے سپرد جو کام بھی کیا جائے گا مَیں اُسے کروں گا اور وہی کام کرنا اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کروں گا۔“

قسط نمبر 2

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مَیں نے اعلان کیا تھا کہ ہمیں تبلیغ کے لئے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگی اس غرض کے لئے وقف کر دیں۔ یہ کام اپنی ذات میں اس قدر اہم ہے کہ ہم اس پر جتنا بھی غور کریں اس کی اہمیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ سینکڑوں ملک ہیں جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے، سینکڑوں زبانیں ہیں جو ہم نے سیکھنی ہیں، سینکڑوں کتابیں ہیں جو ان ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے ہم نے شائع کرنی ہیں۔ پس اس غرض کے لئے ہمیں سینکڑوں مبلغوں کی ضرورت ہوگی، سینکڑوں ترجمہ کرنے والوں کی ضرورت ہوگی اور پھر ان مبلغوں اور سلسلہ کے لٹریچر اور دیگر اخراجات کے لئے... روپیہ کی ضرورت ہوگی...“

”دنیا میں کوئی ترقی آدمیوں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے تحریک جدید کے شروع میں ہی ایک خطبہ پڑھا تھا۔ وہ خطبہ چھپا ہوا موجود ہے اور اسے نکال کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مَیں نے اس میں کہا تھا کہ دنیاں میں روپیہ کے ذریعہ کبھی تبلیغ نہیں ہوئی اور جو قوم یہ سمجھتی ہے کہ روپیہ کے ذریعہ وہ اکنافِ عالم تک اپنی تبلیغ کو پہنچا دے گی اُس سے زیادہ فریب خوردہ، اس سے زیادہ احمق اور اس سے زیادہ دیوانی قوم دنیا میں اور کوئی نہیں۔ **جس چیز کے ساتھ مذہبی جماعتیں دنیا میں ترقی کیا کرتی ہیں وہ ذات کی قربانی ہوتی ہے نہ کہ روپیہ کی۔ تم اگر دنیا میں فتح یاب ہونا چاہتے ہو تو جان دے کر ہوگے۔ جس دن تم یہ سمجھ لوگے کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں بلکہ اسلام کے لئے ہیں، جس دن سے تم نے محض دل میں ہی یہ سمجھ لیا بلکہ عملاً اس کے مطابق کام بھی شروع کر دیا اُس دن تم کہہ سکتے ہو کہ تم زندہ جماعت ہو۔** (الفضل 24 جنوری 1935ء خطبہ فرمودہ 11 جنوری 1935ء)

پس اس تحریک کے ابتدا میں ہی میں نے اس کی بنیاد چندہ پر نہیں رکھی بلکہ مَیں نے اس کی بنیاد آدمیوں پر رکھی تھی۔ اور مَیں نے کہا تھا کہ **مجھے وہ آدمی چاہئیں جو اپنے دلوں میں اخلاص رکھتے ہوں، جو اپنی جانیں خلیفۂ وقت کے حکم پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، جو رات اور دن کام کرنے والے ہوں اور جو سمجھتے ہوں کہ ہم نے جب اپنے آپ کو پیش کر دیا تو اس کے بعد موت ہی ہمیں اس کام سے الگ کر سکتی ہے۔ زندگی کے آخری لمحوں تک ہم یہی کام کریں گے اور پورے اخلاص اور پوری ہمت اور پوری دیانت سے کریں گے۔** جو شخص سمجھتا ہے کہ مجھے جب تبلیغ کے لئے باہر بھجوایا جائے گا اُس وقت مَیں دیانتداری سے کام

لے لوں گا اس سے پہلے اگر سلسلہ کے کسی اَور کام پر مجھے مقرر کیا جاتا ہے تو میرے لئے دیانتداری کی ضرورت نہیں وہ اوّل درجہ کا احمق اور نادان ہے اور یا پھر دوسروں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے ایسا کہتا ہے۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ صرف تبلیغ میں دیانتداری کی ضرورت ہے لیکن سلسلہ کے اموال میں وہ دیانتداری سے کام نہیں لیتا، سلسلہ کی زمینوں پر وہ محنت سے کام نہیں کرتا، سلسلہ کی مالی ترقی کے لئے اپنے آرام اور آسائش کو قربان نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہی نہیں کہ دین کیا چیز ہے۔ وہ یقیناً فریب خوردہ ہے یا دوسروں کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ دین تو ایک مجموعہ نظام کا نام ہے جس میں زمینیں بھی شامل ہیں، جس میں جائیدادیں بھی شامل ہیں، جس میں مکانات بھی شامل ہیں، جس میں تجارتیں بھی شامل ہیں، جس میں کارخانے بھی شامل ہیں۔ صرف تبلیغ کرنا دین نہیں۔ اگر صرف تبلیغ کرنا دین ہو تو سوال یہ ہے کہ پھر دکانیں کون چلائے گا، کارخانے کون جاری کرے گا، زمینوں کی کون نگرانی کرے گا، صنعت و حرفت کی طرف کون توجہ کرے گا، علوم کون پھیلائے گا۔ پس یہ صحیح نہیں کہ صرف تبلیغ کرنا دین ہے۔ دین اسلامی نظام کے ہر شعبہ کا نام ہے اور اس نظام کا ہر شعبہ ویسا ہی اہم ہے جیسے تبلیغ کرنا۔ مثلاً جب بعض لوگ تبلیغ کے لئے جاتے ہیں تو ضروری ہے کہ ان کے پیچھے ایسے لوگ ہوں جو لٹریچر تیار کر کے اُن کو بھیجیں۔ کہیں قرآن کی تفسیر ہو رہی ہو، کہیں حدیثوں کے ترجمے شائع ہو رہے ہوں، کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم ہو رہے ہوں، کہیں اَور لٹریچر تیار ہو رہا ہو۔ اگر ان کے پاس کثرت سے لٹریچر نہیں ہو گا، اگر ان کے پاس کتابیں نہیں ہوں گی، اگر ان کے پاس روپیہ نہیں ہو گا تو وہ تبلیغ کو وسیع کرنے کا کام کس طرح کر سکیں گے۔ پس سلسلہ کا ہر کام تبلیغ سے وابستہ ہے۔ جو شخص زمین میں ہل چلاتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص کارخانہ چلاتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص زمینوں کی نگرانی کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص لٹریچر شائع کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص سلسلہ کا کوئی اور کام کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے۔ آخر یہ تمام کام ہوں گے تبھی روپیہ آئے گا اور تبھی اس کے ذریعہ مبلغوں کو پھیلایا جا سکے گا...."

"... مَیں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو وقف کرے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ مَیں فلاں قسم کے کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں۔ جو شخص اپنے آپ کو وقف کرے وہ اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ کرے کہ مَیں یہ نہیں دیکھوں گا کہ مجھے کہاں مقرر کیا جاتا ہے۔ میرے سپرد جو کام بھی کیا جائے گا مَیں اسے کروں گا اور وہی کام کرنا اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کروں گا۔ اگر ایک شخص کو سلسلہ کی ضروریات کے لئے چوہڑے کے کام پر مقرر کیا جاتا ہے تو وہ ہرگز اُس مبلغ سے کم نہیں ہے جو نیویارک اور لندن میں تبلیغ کر رہا ہے۔ آخر سلسلہ کو چوہڑے کی ضرورت ہو گی تو وہ کہاں سے پوری کی جائے گی۔ وہ تم میں سے کسی شخص کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ یا اگر دھوبی کی ضرورت ہو تو سلسلہ اُس ضرورت کو کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ اسی طرح پورا کر سکتا ہے کہ تم میں سے کسی کو دھوبی کے کام پر مقرر کر دیا جائے۔ اور یقیناً اگر کوئی شخص سلسلہ کے لئے دھوبی کا کام کرتا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسے تبلیغ کرنے والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ میں تشریف لے گئے اور آپ نے دیکھا کہ مسلمان عورتیں مشکیں بھر بھر کر زخمیوں کو پلا رہی ہیں۔ جب جنگ ختم ہوئی، غنیمت کے اموال آئے تو آپ نے فرمایا ان عورتوں کو بھی حصہ دو کیونکہ یہ بھی جنگ میں شریک ہوئی ہیں۔ (ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی المرأۃ و العبد یحزیان فی الغنیمۃ) اب دیکھو انہوں نے جنگ میں صرف پانی پلایا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ویسا ہی حصہ دیا جیسے میدانِ جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کو دیا۔ تو یہ ایک خطرناک غلطی ہے جو بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم وہ کام کریں گے جو ہماری مرضی کے مطابق ہو گا۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ تم فیصلہ کرو کہ تمہیں کس کام پر لگایا جائے۔ جو شخص تمہارا امام ہے، جس کے ہاتھ میں تم نے اپنا ہاتھ دیا ہے، جس کی اطاعت کا تم نے اقرار کیا ہے، جس کا فرض ہے کہ وہ تمہیں بتائے کہ تمہیں کس کام پر مقرر کیا جاتا ہے تم اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ نہ تمہارا کوئی حق ہے کہ تم اس میں دخل دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ (بخاری کتاب الجهاد باب یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَ یُتَّقٰی بِہٖ) امام ایک ڈھال کی طرح ہوتا ہے اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ہو کر دشمن سے جنگ کریں۔ پس جہاں امام تمہیں کھڑا کرتا ہے وہاں تم کھڑے ہو جاؤ۔ اگر امام تمہیں سونے کا حکم دیتا ہے تو تمہارا فرض ہے تم سو جاؤ۔ اگر امام تم کو جاگنے کا حکم دیتا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ تم جاگ پڑو۔ اگر امام تم کو اچھا لباس پہننے کا حکم دیتا ہے تو تمہاری نیکی، تمہارا تقویٰ اور تمہارا زہد یہی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنو اور اگر امام تم کو پھٹے پُرانے کپڑے پہننے کا حکم دیتا ہے تو تمہاری نیکی، تمہارا تقویٰ اور تمہارا دینی عیش یہی ہے کہ تم پھٹے پرانے کپڑے پہنو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کشفی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھے ۔جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور اسلامی فوجوں کے مقابلہ میں کسریٰ کو شکست ہوئی تو غنیمت کے اموال میں کسریٰ کے سونے کے کنگن بھی آئے ۔حضرت عمرؓ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا تمہیں یاد ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ تمہیں کہا تھا کہ مَیں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں ۔اس نے عرض کیا ہاں یاد ہے ۔آپ نے فرمایا تو لو یہ کسریٰ کے سونے کے کنگن اور انہیں اپنے ہاتھوں میں پہنو۔اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے اور کہا عمر! آپ مجھے اس بات کا حکم دیتے ہیں جس سے شریعت نے منع کیا ہے ۔شریعت کہتی ہے کہ مردوں کے لئے سونا پہننا جائز نہیں اور آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں کہ مَیں کسریٰ کے سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنوں ۔حضرت عمرؓ جس طبیعت کے تھے وہ سب کو معلوم ہے ۔آپ اُسی وقت کھڑے ہو گئے کوڑا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا خدا کی قسم! اگر تم یہ سونے کے کنگن نہیں پہنو گے تو مَیں کوڑے مار مار کر تمہاری کمر اُدھیڑ دوں گا ۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا وہی مَیں پورا کروں گا اور تمہارے ہاتھوں میں مَیں سونے کے کنگن پہنا کر رہوں گا ۔(اسد الغابہ ذکر سراقہ بن مالک۔ الجزء الثانی صفحہ 281 دار المعرفۃ بیروت لبنان 2001ء(مفہومًا)) تو درحقیقت یہی نیکی اور یہی حقیقی ایمان ہے کہ انسان وہی طریق اختیار کرے جس طریق کے اختیار کرنے کا امام اُسے حکم دے ۔وہ اگر اسے کھڑا ہونے کے لئے کہے تو کھڑا ہو جائے اور اگر ساری رات بیٹھنے کے لئے کہے تو وہ بیٹھ جائے اور یہی سمجھے کہ میری ساری نیکی یہی ہے کہ مَیں امام کے حکم کے ماتحت بیٹھا رہوں ۔**پس جماعت میں یہ احساس پیدا ہونا چاہئے کہ نیکی کا معیار یہی ہے کہ امام کی کامل اطاعت کی جائے ۔امام اگر کسی کو مُدرّس مقرر کرتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ لڑکوں کو عمدگی سے تعلیم دے ۔امام اگر کسی کو ڈاکٹر مقرر کرکے بھیجتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ لوگوں کا عمدگی سے علاج کرے ۔امام اگر کسی کو زراعت کے لئے بھیج دیتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ زمین کی عمدگی سے نگرانی کرے اور امام اگر کسی کو صفائی کے کام پر مقرر کر دیتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ عمدگی سے صفائی کرے ۔وہ بظاہر جھاڑو دیتا نظر آئے گا ،وہ بظاہر صفائی کرتا دکھائی دے گا مگر چونکہ اُس نے امام کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہو گا اس لئے اس کا جھاڑو دینا ثواب میں اس مبلغ سے کم نہیں ہو گا جو دلوں کی صفائی کے لئے بھیجا جاتا ہے ۔وہ زمین پر جھاڑو دے رہا ہو گا لیکن فرشتے اس کی جگہ تبلیغ کر رہے ہوں گے ۔کیونکہ وہ کہیں گے یہ وہ شخص ہے جس نے نظام میں اپنے لئے ایک چھوٹی سے چھوٹی جگہ پسند کر لی اور امام کے حکم کی اطاعت کی ۔پس ایک نظام کے اندر رہ کر کام کرو اور تمہارا امام جس کام کے لئے تمہیں مقرر کرتا ہے اُس کو کرو کہ تمہارے لئے وہی ثواب کا موجب ہو گا ۔تمہارے لئے وہی کام تمہاری نجات اور تمہاری ترقی کا باعث ہو گا ۔"**

"مَیں دیکھتا ہوں کہ اب خدا تعالیٰ تبلیغ کے لئے نئے نئے رستے کھول رہا ہے ۔اِدھر مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ اب کفر پر حملے کا وقت آ گیا ہے اور اُدھر چاروں طرف ایسے حالات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اب اسلام اور احمدیت کو جلد سے جلد دنیا میں پھیلانے کا ہے ۔..."

"پس جو شخص بھی آئے اُسے سمجھ لینا چاہئے کہ اُس کا رویہ ایسا قربانی والا ہو کہ وہ سمجھ لے اَب مَیں مر کر ہی اس کام سے ہٹوں گا اس کے علاوہ میرے لئے اور کوئی صورت نہیں۔

جب تک کوئی شخص اس رنگ میں اپنے آپ کو وقف نہیں کرتا اُس وقت تک اس کا وقف اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا...."

"اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے افراد کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور ان میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ زندگی وہی ہے جو دین کے لئے قربان ہو جائے ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے پوچھا کہ تم کو وہ مال پسند ہے جو تمہارے کسی رشتہ دار کے ہاتھ میں ہو یا تم کو وہ مال پسند ہے جو تمہارے اپنے ہاتھ میں ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اس بات کو پسند نہ کرے کہ مال اس کے اپنے ہاتھ میں ہو۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اُس کا مال اُس کے قبضہ میں ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر سُن لو۔ وہ مال جو تم خدا کے لئے خرچ کرتے ہو وہ تمہارا ہے اور مال جو تم خدا کے لئے خرچ نہیں کرتے وہ تمہارے رشتہ داروں کا ہے ۔تم مر جاؤ گے تو تمہارے رشتہ دار آئیں گے اور اُس مال پر قبضہ کر کے لے جائیں گے ۔(سنن نسائی کتاب الوصایا باب الکراہیۃ فی تاخیر الوصیۃ) پس یاد رکھو! وہ زندگی جو تم خدا کے لئے خرچ کرتے ہو وہی تمہاری زندگی ہے ۔لیکن وہ زندگی جو تم اپنے نفس کے لئے خرچ کرتے ہو وہ ضائع چلی گئی۔ **جو شخص خدا کے لئے اپنی زندگی**

قربان کرتا ہے وہ چاہے کتنی ہی گمنامی کی زندگی بسر کرے، چاہے دنیا میں اُسے کوئی شخص نہ جانتا ہو آسمان پر خدا اُس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور اُس کو اپنے قرب میں عزت و احترام کی جگہ دیتا ہے۔ پس مت خیال کرو کہ دین کے لئے اپنی زندگی قربان کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ یہ زندگی کو ضائع کرنا نہیں بلکہ اُسے ایک قیمتی اور ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والی چیز بنانا ہے۔

صحابہؓ کو دیکھو۔ انہوں نے اپنی زندگیاں دین کے لئے قربان کر دیں۔ مگر پھر ایک ایسا وقت آیا جب اسلام یورپ سے لے کر ایشیا تک پھیل گیا۔ اُس وقت امراء ہی نہیں اسلام کے علماء بھی کروڑپتی بن چکے تھے۔ مگر پھر انہی امراء اور انہی علماء نے مل کر ایک ایک صحابیؓ کا پتہ لگایا اور اس کے حالات کو کتابوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ عورت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اُس کا بھی انہوں نے پتہ لگایا اور اُس کے حالاتِ زندگی انہوں نے کتابوں میں درج کر دیئے۔ کیا تم سمجھتے ہو اگر وہ عورت مدینہ کی بڑی بھاری تاجر ہوتی اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صحابیت کا شرف اُسے حاصل نہ ہوتا تو یہ عزت اُسے حاصل ہو سکتی؟ اگر وہ کروڑ پتی ہوتی تب بھی کوئی شخص اُس کے حالات سے دلچسپی نہ رکھتا اور آج کسی کو معلوم تک نہ ہوتا کہ مدینہ میں کوئی کروڑپتی عورت تھی۔ لیکن تیرہ سو سال کے بعد آج بھی اُس جھاڑو دینے والی عورت کے حالات ہمیں کتابوں میں نظر آرہے ہیں۔ جب وہ مر گئی تو ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا حال لوگوں سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ! فلاں؟ وہ عورت تو مر گئی اور ہم نے اُسے دفن کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟ تمہیں چاہئے تھا کہ تم مجھے بتاتے تا کہ مَیں اس کے جنازہ میں شریک ہو سکتا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب كَنْسِ الْمَسجِدِ وَ الْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَ الْقَذٰى وَ الْعِيدَانِ) تو وہ لوگ جو دین کی خدمت کرتے ہیں دنیا میں ہمیشہ کے لئے ان کی عزتیں قائم کر دی جاتی ہیں۔ بے شک یہ کہنا کہ مجھے عزت ملنی چاہئے شرم کی بات ہے۔ مومن ایسا مطالبہ نہیں کیا کرتا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی عزت دنیا میں ضرور قائم کی جاتی ہے۔ مومن کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ شبلی سے کسی نے پوچھا آپ اپنی عاقبت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے کیا امید رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا مَیں تو خدا سے یہی کہوں گا کہ خدایا! تُو بے شک مجھے دوزخ میں ڈال دے مگر مجھ سے راضی ہو جا۔ حضرت جنیدؒ کہنے لگے۔ شبلی ابھی بچہ ہے۔ اگر خدا مجھے کہے کہ جنید! تم کیا چاہتے ہو؟ تو مَیں اُسے یہ کہوں کہ خدایا! جس میں تیری رضا ہے۔ اگر تُو جنت میں لے جانا چاہتا ہے تو جنت میں لے جا اور اگر تُو دوزخ میں داخل کرنا چاہتا ہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ (تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ (اردو ترجمہ) صفحہ 225 ذکر حضرت جنیدؒ بغدادی تعلیمی پریس کشمیری بازار لاہور) اب دیکھو دوزخ کا خیال کر کے بھی انسان کانپ اٹھتا ہے اور ایک منٹ کے لئے بھی دوزخ کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے بڑی بڑی قربانیاں کرنے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ خدایا! اگر تُو اسی طرح راضی ہونا چاہتا ہے تو بے شک دوزخ میں ڈال دے۔ حالانکہ دوزخ وہ چیز ہے جس کا خیال کر کے بھی انسان کانپ جاتا ہے۔ تو دنیا کا دوزخ کچھ چیز نہیں اور کوئی قربانی ایسی نہیں جس کا کرنا خدا اور اس کے دین کے لئے ایک مومن انسان کے لئے دوبھر ہو۔

ایک بزرگ تھے۔ اُن سے ایک دفعہ کسی علاقہ کے پانچ سو آدمی ملنے کے لئے گئے۔ جب زیارت کر چکے تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمیں کوئی ہدایت دیں تا کہ ہم اُس پر عمل کریں۔ وہ بزرگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا مَیں نے سنا ہے ہندوستان میں ابھی اسلام پورے طور پر نہیں پھیلا اور وہ لوگ اس بات کے لئے بیتاب ہیں مسلمان آئیں اور انہیں اپنے مذہب کی تعلیم سے آگاہ کریں۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ ہندوستان چلے جائیں اور وہاں اسلام کی تبلیغ کریں۔ وہ پانچ سو آدمی اُسی وقت وہاں سے اُٹھے اور ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ اپنے گھر بھی نہیں گئے اور سیدھے ہندوستان میں تبلیغ کرنے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جن کی وجہ سے آج ہمیں اپنے اندر اسلام نظر آرہا ہے۔ اگر ہمارے باپ دادا سُست ہوتے اور وہ اسلام کی تبلیغ کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دلیری سے کرنے کے لئے تیار نہ رہتے تو کبھی اسلام ہم تک نہ پہنچتا۔ انہوں نے قربانی کی اور ہم تک اسلام پہنچا۔ اب ہم قربانی کریں گے تو باقی دنیا تک اسلام پہنچ جائے گا۔ پس یہ ہمارا کام ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کام کو کریں اور چونکہ یہ کام درحقیقت خدا کا ہی ہے اس لئے ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں توفیق دے گا کہ ہم ایسا کریں۔"

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مارچ 1944ء۔ خطبات محمود جلد 25 صفحہ 238 تا 258)

☆...☆...☆

بقیہ: کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم مقام اور ان کے مطالعہ کی اہمیت......از صفحہ 21

تصانیف کے ذریعہ سے اِتمام حجّت کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی تعداد 80 سے زائد ہے۔ اور یہ تمام کتب "روحانی خزائن" کے نام سے 23 جلدوں پر مشتمل ہیں۔ جبکہ آپؑ کی مختلف نصائح اور ارشادات، "ملفوظات" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اور آپؑ نے جو اشتہارات شائع فرمائے تھے اُن کو "مجموعۂ اشتہارات" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ نیز آپؑ نے قرآن کریم کی جن آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے ان کو یکجا کر کے تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتب اور فرمودات اسلام کے نور سے بھرے پڑے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اور نشرِ صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلاتِ طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 473)

خدا تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر 4 میں "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کے الفاظ استعمال کر کے اس بات کا اشارہ دے دیا ہے کہ آخری زمانے میں آنے والا مسیح موعودؑ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظِلّ کی حیثیت سے تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور فرمودات ان چاروں قسم کے خزائن سے بھری پڑی ہیں۔

آپؑ کا ایک ایک لفظ اسلام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نیز آپ کی تحریرات اور ارشادات سے اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو "سلطانُ القلم" کے آسمانی خطاب سے نوازا۔ اور آپؑ کے قلم کو "ذوالفقار علی" قرار دیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے آپؑ کے قلم کو قوتِ فُرقان

10 جلدوں پر مشتمل ملفوظات کا سیٹ
جو 1985ء میں انگلستان سے شائع ہوا۔

بخشی۔ آپؑ کی تحریر کی تعریف کرتے ہوئے غیر بھی بے اختیار کہہ اٹھے:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 560)

آپؑ خود فرماتے ہیں:

"مَیں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434)

پھر فرمایا: "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں

مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اُس کے سر چشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔"

(ازالہ اوہام، حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 104)

پھر ایک اور جگہ فرمایا:

"میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔"

(ملفوظات جلد2، صفحہ 483۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپؑ کو یہ الہام ہوا:

"در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء رادراں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ۔ (تذکرہ صفحہ 508)

ترجمہ: "تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 105-106)

آپؑ کی کُتب؛ عصائے موسیٰؑ بھی ہیں، کشتیٔ نوحؑ بھی ہیں۔ آپؑ کی کتب میں دانائی و حکمتِ یوسفؑ بھی ہے۔ آپؑ کی کتب اور فرمودات میں حضرت یعقوبؑ جیسا کامل یقین بھی جھلکتا ہے۔ آپؑ کی کتب اور فرمودات میں نارِ نمرُودیت کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ابراہیمیت بھی ملتی ہے۔ آپؑ کے قلم میں خدا تعالیٰ نے نُور اور طاقت بخشی تھی۔

(باقی آئندہ)

آئرلینڈ میں 27 ستمبر 2014ء کو ایک واقفِ نَو طفل نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے کلاس میں سوال کیا کہ **وقف نَو بچے بڑے ہو کر کیا بنیں؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ مَیں پہلے ہی اپنے خطبات میں اور وقف نَو کے اجتماعات اور کلاسز کے پروگراموں میں بتا چکا ہوں کہ مربی، مبلغ بنیں۔ ڈاکٹر، ٹیچر، انجینئر بنیں۔ ہمیں وکلاء بھی چاہئیں۔ IT سپیشلسٹ میڈیا وغیرہ کے لئے بھی چاہئیں۔

حضور انور نے اس بچے کو فرمایا: تمہارا رجحان بیالوجی میں ہے تو پھر ڈاکٹر بنو اور ڈاکٹر بن کر پھر آئرلینڈ میں نہیں رہنا، افریقہ جانا پڑے گا۔ (الفضل انٹرنیشنل 7 نومبر 2014ء)

لڑکیاں ہیں تو ان کا لباس اور پردہ صحیح اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ کر رشک کرنے والے ہوں اور یہ کہنے والے ہوں کہ واقعی اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی ان کے لباس اور پردہ ایک غیر معمولی نمونہ ہے تب سپیشل ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28/اکتوبر 2016ء

لڑکے ہیں تو ان کی نظریں حیا کی وجہ سے نیچے جھکی ہوئی ہوں نہ کہ اِدھر اُدھر غلط کاموں کی طرف دیکھنے والی تب سپیشل ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28/اکتوبر 2016ء